ماہنامہ

انصار اللہ

اگست 2005ء

ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

''حب الوطن من الایمان اپنے وطن سے بڑا پیار ہے ہمیں اور ہر نیک قدم جو ہم بڑھائیں گے اس کے اچھے اثرات سب سے پہلے ہمارے ملک میں ہی ظاہر ہوگے۔'' (ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث بحوالہ مشعل راہ جلد 2 ص:515)



حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:

''تمہیں اپنے ملک کی عزت اور ساکھ دنیا میں قائم کرنا ہوگی تمہیں اپنے وطن کو دنیا سے روشناس کرانا ہوگا۔''

(بحوالہ مشعل راہ جلد اول ص 651-650)

میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ پاکستان کو ہمیشہ سلامت رکھے

''حب الوطنی کے احساس کو نمایاں کیا جائے اور بیدار کیا جائے اور ہر قسم کے ایسے خیالات جو پاکستان کو کسی طرح نقصان پہنچا سکتے ہیں ان کے خلاف کوشش کرنا بھی جماعت احمدیہ کا کام ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ پاکستان کو ہمیشہ سلامت رکھے۔'' (ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 28/ نومبر 1986ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فرمایا:

''پاکستان کی سالمیت اور اسکی حفاظت کے لئے ہماری طاقتوں کا آخری جز و خرچ ہو جانا چاہیے''

(بحوالہ مشعل راہ جلد 2 ص:299)

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کا اعلان:

"آپ آزاد ہیں۔ اپنے مندروں، مسجدوں اور دوسری عبادت گاہوں میں جانے کے لئے۔ آپ پاکستان کی مملکت میں بالکل آزاد ہیں۔ آپ کسی مذہب، فرقہ عقیدہ سے تعلق رکھیں۔ اس کا کاروبارِ سلطنت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ ہم اس بنیادی اصول سے اپنے نظام کا آغاز کر رہے ہیں کہ ہم سب ایک ہی مملکت کے شہری ہیں۔ اور مساوی الحیثیت۔ ہمیں اس مسلک کو اپنے نصب العین کے طور پر سامنے رکھنا چاہیے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ جیسے زمانہ گزرتا جائے گا۔ نہ ہندو ہندو رہے گا اور نہ مسلمان مسلمان، مذہبی اعتبار سے نہیں بلکہ سیاسی لحاظ سے ہم سب ایک ہی مملکت کے شہری ہو جائیں گے"۔

(مجلس دستور ساز پاکستان سے خطاب، خطبات قائداعظم صفحہ ۵۶۳ بحوالہ ماہنامہ خالد اگست ۱۹۹۷ صفحہ ۱۷۰)

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ایڈیٹر: سیّد مبشر احمد ایاز

ظہور ۱۳۸۴ ہش - اگست ۲۰۰۵ء

جلد نمبر..........۶۲

شمارہ نمبر..........۸

فون نمبر: ۰۴۷۶-۲۱۲۹۸۲ فیکس نمبر: ۰۴۷۶-۲۱۴۶۳۱

ای میل: ansaru lah60@yahoo.com

اس شمارہ میں

پبلشر: عبدالمنان کوثر
پرنٹر: سلطان احمد ڈوگر
کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: انیس احمد

مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ
دار الصدر جنوبی ربوہ (چناب نگر)
مطبع: ضیاء الاسلام پریس

شرح چندہ: (پاکستان)
سالانہ..........ایک سو روپیہ
قیمت فی پرچہ......۱۰ روپے

اداریہ

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

نجران کی بستی کا عیسائی وفد مدینہ میں نبی اکرم ﷺ سے ملنے آیا، اس وفد میں عیسائیوں کا بڑا پادری اور دوسرے سرکردہ لیڈر شامل تھے، ان سب کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا گیا، اور پر وقار استقبال کیا گیا، اسی جگہ یعنی مسجد نبوی میں ان کے ساتھ باقاعدہ مناظرہ ہوا اور اس مناظرے کی کیفیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آخر پر نبی اکرم ﷺ نے عیسائیوں کو مباہلے کا چیلنج بھی دیا، یہ تمام تفصیلات ہم تاریخ اور سیرت و حدیث کی کتابوں سے بآسانی پڑھ سکتے ہیں، اب اس مناظرے میں عیسائی اپنے اس مذہب کی سچائی کے دلائل بھی یقیناً دیتے رہے ہوں گے،

اس مناظرے کے دوران عیسائیوں کی عبادت کا وقت جب ہوتا ہے تو وہ اپنی گفتگو چھوڑ کر مسجد سے باہر جانے لگے تو آپؐ نے جانے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہماری عبادت کا وقت ہے ہم باہر جا کر عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا عبادت کیلئے مسجد سے باہر جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ ہماری مسجد کے اندر ہی اپنے طریق کے مطابق عبادت کریں۔ چنانچہ وادی نجران کے مسیحی پادری جو صلیب کے پجاری تھے وہ مسجد نبوی کے اندر ہی بیٹھ کر آپؐ کی اجازت سے اپنی صلیبیں نکال کر اپنے طریق عبادت کے مطابق عبادت کرتے رہے۔ یہ وہ عالمگیر مذہبی رواداری کی تعلیم تھی جو بانیٔ اسلام لے کر آئے اور جس کا عملی نمونہ نبی اکرم ﷺ نے خود پیش فرمایا جنہیں توحید کی سب سے زیادہ غیرت تھی۔ نبی اکرم ﷺ جو تعلیم لے کر آئے تھے وہ آپؐ کی طرح رحمت ہی رحمت تھی تمام عالم کے لئے، تمام مخلوق کے لئے، تمام مذاہب کے لئے، اسلام کی تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے کبھی کسی پر تلوار اس لئے نہیں اٹھائی کہ اس کا مذہب اسلام کیوں نہیں، نہ کبھی

کوئی ارشاد یا حکم دیا کہ دوسرے مذاہب چونکہ جھوٹے ہیں اس لئے انہیں کسی تخریب کاری یا طاقت کے زور پر ختم کر دیا جائے ،نہیں نہیں !! کبھی نہیں !!

چنانچہ حضرت محمد ﷺ نے 4ھ میں سینٹ کیتھرائن متصل کوہ سیناء کے راہبوں اور تمام عیسائیوں کو ایک امان لکھ کر دی، جس کا مفہوم یہ تھا کہ مسلمان عیسائیوں کے گرجوں، راہبوں کے مکانوں اور زیارت گاہوں کو ان کے دشمنوں سے بچائیں گے اور تمام مضر اور تکلیف دہ چیزوں سے ان کی حفاظت کریں گے، نہ کوئی عیسائی اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور کیا جائے اور نہ ہی کوئی راہب اپنی خانقاہ سے نکالا جائے اور نہ کوئی زائر اپنی زیارت گاہ سے روکا جائے اور نہ ہی مسلمانوں کے مکان اور مسجدیں بنانے کے لئے عیسائیوں کے گرجے مسمار کئے جائیں۔ یہ اس اسلام کا خاصہ تھا، یہ اس سلامتی کے شہزادے کے ماتھے کا جھومر تھا، کہ کسی مذہب کے ماننے والے سے نفرت نہیں ، یہاں تک کہ مذہب کی بناء پر نہ ان کو برا بھلا کہا جائے گا یہاں تک کہ ان کے ان معبودان کو بھی برا نہیں کہا جائے گا جو ایک خدا کے بالمقابل پیش کئے جاتے ہیں۔ اور یہ اعلان قرآن میں اس امن اور صلح کے پیغمبر سے کروایا گیا کہ دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہوگا، جس کا جو مَن چاہے دین اختیار کرے، تمہارا کام یہ ہے کہ تم امن اور صلح اور سلامتی کے سفیر بن کر رہو کیونکہ ہر وہ شخص جو نبی اکرم ﷺ پر ایمان لاتا ہے قرآن کو اپنے لئے لائحہ عمل متعین کرتا ہے اس کو مسلمان اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ امن اور سلامتی پھیلانے کا عہد کرتا ہے۔

ارشادنبوی ﷺ

مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دیا کرو

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کرنے لگے ایک مسلمان تھا اور دوسرا یہودی۔ مسلمان نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تمام جہانوں پر منتخب کر کے فضیلت عطا کی ہے۔ اس پر یہودی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام جہانوں پر فضیلت دی اور چن لیا۔ اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھایا اور یہودی کو تھپڑ دے مارا۔ یہودی شکایت لے کر آنخضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس حاضر ہوا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان سے تفصیل پوچھی اور پھر فرمایا

"لَا تُخَيِّرُوْنِي عَلٰى مُوْسٰى"

مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دیا کرو۔

ماہنامہ انصاراللہ کی توسیع اشاعت

ماہنامہ انصار اللہ کی توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔ ہر پڑھا لکھا انصار اللہ کا رکن "ماہنامہ" کو خود خریدے اور مطالعہ کرے۔ (مینیجر ماہنامہ انصاراللہ ربوہ)

امام الکلام-کلام الامام

الٰھی بوجھک ادرک العبد رَحْمة

سئمنا تکالیف التطاول من عدا　　تمادت لیالی الجور یاربّی انصر

ہم نے ظلم کی تکلیفیں دشمنوں سے اُٹھائیں اور ظلم کی راتیں لمبی ہو گئیں اے خدا مدد کر

وجئناک کالموتٰی فاحي امورنا　　نخرّ امامک کالمساکین فاغفر

اور ہم مُردوں کی طرح تیرے پاس آئے ہیں پس ہمارے کاموں کو زندہ کر- ہم تیرے آگے مسکینوں کی طرح گرتے ہیں پس ہمیں بخش دے

الٰھی فدتک النفس انک جَنّتی　　وَما اَنْ اری خلدًا کمثلک یُثمر

اے خدا میری جان تیرے پر قربان تو میری بہشت ہے، اور میں نے کوئی ایسی بہشت نہیں دیکھی کہ تیرے جیسا پھل لاوے

طُرِدْنا لوجھک من مجالس قومنا　　فَائتِ لنا حِبٌّ فرید و موثر

اے میرے خدا تیرے منہ کیلئے ہم اپنی قوم کی مجلسوں سے ردّ کر دیئے گئے۔ پس تو ایک اثر رکھنے والا منفرد محبوب عطا کر دے

الٰھی بوجھک ادرک العبد رَحْمة　　ولیس لنا باب سواک و مَعْبرٌ

اے میرے خدا اپنے منہ کے صدقہ اپنے بندہ کی خبر لے- پس تُو ہمارا یگانہ دوست ہے جو سب پر اختیار کیا گیا ہے

الٰی ايّ باب یا الٰھی تَرُدُّنی　　ومَنْ جئتُه بالرّفق یَزْرِ ویَصْعَر

اے میرے خدا تُو کس کے دروازہ کی طرف مجھے رد کرے گا- اور میں جس کے پاس نرمی کے ساتھ جاؤں وہ بدگوئی کرتا اور منہ پھر لیتا ہے

صبرنا علی جور الخلائق کلّھم　　ولکن علی ھجرٍ سطالا نصبر

ہم نے تمام دنیا کا ظلم برداشت کر لیا- مگر تیری جدائی کی ہمیں برداشت نہیں

تعال حبیبی انت رَوْحی و راحتی　　وان کنتَ قد اٰنست ذنبی فَسَتّرْ

آ میرے حبیب تُو میری راحت اور میرا آرام ہے- اور اگر تُو نے میرا کوئی گناہ دیکھا ہے تو معاف کر

(اعجاز احمدی- روحانی خزائن جلد۱۹ صفحہ۱۵۸،۱۵۹)

امام الکلام - کلام الامام

اے تو کہف و ملجا و ماوائے مَن

اے قدیر و خالقِ ارض سما اے رحیم و مہربان و رہنما

اے قادر اور آسمان زمین کے پیدا کرنے والے ! اے رحیم - مہربان اور رستہ دکھانے والے

اے کہ میداری تو بر دلہا نظر اے کہ از تو نیست چیزے مستتر

اے وہ جو کہ دلوں پر نظر رکھتا ہے اے وہ کہ تجھ سے کوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں

گر تو می بینی مرا پُر فسق و شر گر تو دیداستی کہ ہستم بد گہر

اگر تو مجھے نافرمانی اور شرارت سے بھرا ہوا دیکھتا ہے اور اگر تو نے دیکھ لیا ہے کہ میں بد ذات ہوں

پارہ پارہ کُن منِ بدکار را شاد کُن ایں زُمرۂ اغیار را

تو مجھ بدکار کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈال اور میرے ان دشمنوں کے گروہ کو خوش کر دے

بردلِ شاں ابرِ رحمت ہاببار ہرمرادِ شاں بفضلِ خود برآر

ان کے دلوں پر اپنی رحمت کا بادل برسا اور اپنے فضل سے ان کی ہر مراد پوری کر

آتش افشاں، بر در و دیوارِ مَن دشمنم باش و تبہ کُن کارِ مَن

میرے درودیوار پر آگ برسا میرا دشمن ہو جا اور میرا کاروبار تباہ کر دے

در مرا از بندگانت یافتی قبلۂ من آستانت یافتی

لیکن اگر تو نے مجھے اپنا فرمانبردار پایا ہے اور اپنی بارگاہ کو میرا قبلہ مقصود پایا ہے

در دلِ من آں محبت دیدۂ کز جہاں آں راز را پوشیدۂ

اور میرے دل میں وہ محبت دیکھی ہے جس کا بھید تو نے دنیا سے پوشیدہ رکھا ہے

زاں تعلق ہا کہ با تو داشتم زاں محبت ہا کہ در دل کاشتم

تو اس تعلق کے باعث جو میں تجھ سے رکھتا ہوں اور اس محبت کی وجہ سے جو میں نے اپنے دل میں بوئی ہے

خود بروں آ، از پئے اِبراء مَن اے تو کہف و ملجا و ماوائے مَن

تو آپ میری بریت کے لئے باہر نکل تو ہی میرا حصار اور جائے پناہ اور ٹھکانا ہے

(حقیقۃ المہدی روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۴۳۴)

امام الکلام-کلام الامام

آخر کوئی تو بات ہے جس سے ہوا وہ یار

میں مفتری ہوں ان کی نگاہ و خیال میں
دنیا کی خیر ہے مری موت و زوال میں

لعنت ہے مفتری پہ خدا کی کتاب میں
عزت نہیں ہے ذرّہ بھی اس کی جناب میں

کوئی اگر خدا پہ کرے کچھ بھی افترا
ہو گا وہ قتل ہے یہی اس جرم کی سزا

پھر یہ عجیب غفلتِ ربِّ قدیر ہے
دیکھے ہے ایک کو کہ وہ ایسا شریر ہے

پچیس سال سے ہے وہ مشغولِ افترا
ہر دن ہر ایک رات، یہی کام ہے رہا

ہر روز اپنے دل سے بناتا ہے ایک بات
کہتا ہے یہ خدا نے کہا مجھ کو آج رات

پھر بھی وہ ایسے شوخ کو دیتا نہیں سزا
گویا نہیں ہے یاد جو پہلے سے کہہ چکا

ذِلّت ہیں چاہتے، یہاں اکرام ہوتا ہے
کیا مفتری کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے

اے قوم کے سرآمدہ! اے حامیانِ دیں!
سوچو کہ کیوں خدا تمہیں دیتا مدد نہیں

تم میں نہ رحم ہے، نہ عدالت، نہ اِتّقا
پس اس سبب سے ساتھ تمہارے نہیں خدا

آخر کوئی تو بات ہے جس سے ہوا وہ یار
بدکار سے تو کوئی بھی کرتا نہیں ہے پیار

تم بد بنا کے پھر بھی گرفتار ہو گئے
یہ بھی تو ہیں نشاں جو نمودار ہو گئے

(درثمین)

امام الکلام کلام الامام

یاد رکھو ہمدردی کا دائرہ میرے نزدیک بہت وسیع ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

''اس بات کو بھی خوب یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے دو حکم ہیں- اول یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نہ اس کی ذات میں نہ صفات میں نہ عبادات میں- اور دوسرے نوع انسان سے ہمدردی کرو اور احسان سے یہ مراد نہیں کہ اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں ہی سے کرو بلکہ کوئی ہو- آدم زاد ہو اور خدا تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی بھی ہو- مت خیال کرو کہ وہ ہندو ہے یا عیسائی- میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا انصاف اپنے ہاتھ میں لیا ہے، وہ نہیں چاہتا کہ تم خود کرو۔ جس قدر نرمی تم اختیار کرو گے اور جس قدر فروتنی اور تواضع کرو گے اللہ تعالیٰ اسی قدر تم سے خوش ہوگا- اپنے دشمنوں کو تم خدا تعالیٰ کے حوالے کرو- قیامت نزدیک ہے تمہیں ان تکلیفوں سے جو دشمن تمہیں دیتے ہیں گھبرانا نہیں چاہئے- میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تم کو اُن سے بہت دکھ اٹھانا پڑے گا کیونکہ جو لوگ دائرہ تہذیب سے باہر ہو جاتے ہیں ان کی زبان ایسی چلتی ہے جیسے کوئی پُل ٹوٹ جاوے تو ایک سیلاب پھوٹ نکلتا ہے- پس دیندار کو چاہئے کہ اپنی زبان کو سنبھال کر رکھے-''

(الحکم ۲۴/جنوری ۱۹۰۷، ملفوظات جلد ۵۔ صفحہ ۱۳۱)

فرمایا:

''یاد رکھو ہمدردی کا دائرہ میرے نزدیک بہت وسیع ہے۔ کسی قوم اور فرد کو الگ نہ کرے۔ میں آج کل کے جاہلوں کی طرح یہ نہیں کہنا چاہتا کہ تم اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں سے ہی مخصوص کرو۔ نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق سے ہمدردی کرو۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ ہندو ہو یا مسلمان یا کوئی اور۔ میں کبھی ایسے لوگوں کی باتیں پسند نہیں کرتا جو ہمدردی کو صرف اپنی ہی قوم سے مخصوص کرنا چاہتے ہیں''۔

❁--❁--❁

حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ

اور

مہمان نوازی

حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ کو عظیم ذمہ داریوں کے احساس سے شدید گھبراہٹ ہوئی۔ اُس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تسلی دیتے ہوئے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا کیونکہ آپ کے اندر نیک صفات پائی جاتی ہیں۔ اس موقع پر جن چند صفات کا ذکر آپ نے کیا اُن میں سے ایک صفت مہمان نوازی بھی ہے۔ سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر مہمان نواز تھے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دل کی گہرائیوں سے اس یقین پر قائم تھیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی ایسے شخص کو ضائع نہیں کرسکتا جو کہ مہمان نوازی جیسی خوبی کا کمال اپنے اندر رکھتا ہے۔

مہمان نوازی کا خلق ایک طرف قربانی اور ایثار کا تقاضا کرتا ہے تو دوسری طرف بخل کی موجودگی میں یہ خلق پروان نہیں چڑھ سکتا۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس کی طرف واضح طور پر توجہ دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے اُن سے پہلے ہی گھر تیار کر رکھے تھے اور ایمان کو (دلوں میں) جگہ دی تھی وہ اُن سے محبت کرتے تھے جو ہجرت کر کے اُن کی طرف آئے اور اپنے سینوں میں اس کی کچھ حاجت نہیں پاتے تھے جو اُن مہاجروں کو دیا گیا اور خود اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے باوجود اس کے کہ انہیں خود تنگی درپیش تھی۔ پس جو کوئی بھی نفس کی خساست سے بچایا جائے تو یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ (سورۃ الحشر: آیت ۱۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مجسم قرآن تھے۔ آپ مہمان نوازی کے عظیم خلق پر منصب نبوت پر فائز ہونے سے پہلے بھی پوری شان سے قائم تھے۔ نبوت کی عظیم ذمہ داریوں کے ساتھ آپ نے مہمان نوازی کا حق اس طرح ادا کیا جس کی کوئی اور مثال نہیں ملتی۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہوا۔ بسیار خوری کے باعث بدہضمی کا شکار ہوا اور رات کو بستر میں ہی رفع حاجت کر گیا۔ صبح سویرے ہی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا مگر جاتے ہوئے کوئی چیز بھول گیا جو راستہ میں یاد آئی تو واپس لوٹا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے مبارک ہاتھوں سے اُس کے بستر کی صفائی کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ اتنا متاثر ہوا کہ پھر ہمیشہ کے لئے آپ کی غلامی اختیار

کر لی اوز آپ کی حسین صفات کے آئینہ میں سچے دین کو شناخت کر لیا بحوالہ مثنوی معنوی۔اس واقعہ پر غور کریں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان نوازی کے بہت سے پہلو پوری طرح سے روشن ہو جاتے ہیں۔ اوّل یہ کہ آپ مذہب وملت کی تمیز کے بغیر مہمان نوازی فرماتے تھے۔ آپ کا یہ مہمان نہ صرف کافر تھا بلکہ صاف دکھائی دیتا ہے کہ غیر مہذب اور گنوار انسان تھا۔ دوسرے یہ کہ مہمان سے ناپسندیدہ طرز عمل دیکھنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر کوئی بل نہ آیا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ مہمان کا دل بہر حال بہت نازک ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ مہمان نوازی میں آپ عملاً اس حد تک خود ہاتھ سے کام کر رہے تھے کہ اس کی نجاست کو بھی خود اپنے ہاتھوں سے صاف کیا۔

مہمان نوازی سے مراد محض مہمان کے قیام وطعام کا انتظام کرنا ہی نہیں ہے بلکہ احادیث مبارکہ میں اکرام ضیف کے الفاظ آئے ہیں جس کے معنی مہمان کی عزت کرنے کے ہیں۔اور ظاہر ہے کہ اکرام ضیف کا یہ محاورہ اپنے معانی کے اعتبار سے بے حد وسیع اور جامع ہے۔ چنانچہ بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تم میں سے اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

اگر چہ مہمان نوازی قربانی اور ایثار کا تقاضا کرتی ہے۔ بخل کا نہ ہونا بھی مہمان نوازی کے لئے ایک شرط ہے لیکن درحقیقت مہمان نوازی وسائل میسر نہ ہونے کے باوجود بھی ہوسکتی ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں ایک غریب ترین آدمی کے گھر میں بھی اُس سے زیادہ آرام وسہولت کے سامان میسر ہیں جتنے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بالعموم ہوا کرتے تھے۔ اس قدر تنگی اور عسرت کے باوجود آپ نے جس طرح اکرام ضیف کا حق ادا فرمایا وہ بے مثال ہے۔ چنانچہ یہ بھی تو اکرام ضیف کا ہی ایک حسین نمونہ تھا کہ آپ مہمان کے استقبال کے لئے کھڑے ہوتے۔ پھر بعض مہمانوں کے اکرام کی خاطر اپنی چادر اُن کے لئے بچھا دیتے تا کہ وہ اس پر بیٹھ سکیں۔ اپنے دست مبارک سے اُن کی ضروریات پوری فرماتے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان نوازی کے خلق عظیم پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اصل ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک مہمان نواز دل پیدا کیا جائے۔ ایک ایسا دل جس میں بخل کی بجائے بشاشت کے ساتھ دوسروں کو دینے کا اور اُن کے لئے کچھ کرنے کا جذبہ ہو۔ تکبر اور خود پسندی کی بجائے تواضع ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور صحابیات بھی مہمان نوازی کی حسین صفت سے پورے طور پر آراستہ تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس خلق میں بھی سب سے بہتر اور سب سے آگے تھے۔ چنانچہ حبشہ اور بنی ثقیف کے وفد کے متعلق لکھا ہے کہ آپ بذات خود اُن کی مہمان نوازی میں مصروف تھے۔ مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ موجود ہوتا اُن کی نذر ہو جاتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ فاقہ کرتے۔

ابوداوٴد کتاب الادب میں لکھا ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر اپنے مہمانوں کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے۔ اصحاب صفہ کی ضروریات کا تمام مسلمان خیال رکھتے تھے۔ لیکن دراصل وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہوا کرتے تھے۔ وہ واقعہ یاد کریں جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ شدت بھوک سے بے تاب ہو کر راستے میں بیٹھ گئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قرآن کریم کی اُس آیت کے معنی دریافت کئے جس میں مسکین کو کھانا کھلانے کا ذکر ہے۔ یہ آپ کا حسن طلب تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آیت کے معنی بتا کر چل دیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اصل مدعا نہ سمجھ سکے۔ مگر حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے زیادہ دوسروں کی تکلیف کا احساس کر سکتے تھے۔ ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔ آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو مسکرائے اور فرمایا کہ میرے ساتھ آ جاوٴ۔ پھر آپ کی مہمان نوازی سے خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سیراب نہ ہوئے بلکہ تمام اصحاب صفہ اس سے فیض یاب ہوئے۔ دودھ کا ایک پیالہ تھا جو سب کے لئے کفایت کر گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی باری سب سے آخر میں آئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنہیں بار بار فرماتے تھے کہ اور پیو۔ یہاں تک کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ حضور اب تو دودھ میری انگلیوں کے پوروں سے نکلنے لگا ہے تب آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی پیالے کو لب مبارک لگائے اور باقی دودھ نوش فرمایا۔ دودھ کا زیادہ ہونا دراصل حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا اعجاز تھا جو تمام نعمائے الٰہی اُس کی مخلوق میں تقسیم کرنے کے لئے بے تاب رہتا تھا۔ اور آپ کی مہمان نوازی دراصل اسی جاری فیض کی ایک شاخ تھی۔

دراصل مہمان نوازی کا خلق تمام اعلیٰ اخلاق میں سے ایک اہم خلق ہے۔ اگر غور کیا جائے تو باآسانی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ تمام اخلاق ایک عمارت کی طرح ہیں جس کے بعض حصے بعض دوسرے حصوں کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ جس طرح آپ بنیادوں کے بغیر دیوار کھڑی نہیں کر سکتے اور دیواروں کے بغیر چھت کا تصور نہیں کیا جا سکتا اسی طرح انسانی اخلاق بھی ایک دوسرے پر منحصر ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی روشنی میں جب ہم مہمان نوازی کے خلق کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ خلق بعض دیگر اخلاق حسنہ کا متقاضی ہے۔ ان میں ایثار، قربانی، سخاوت، سادگی اور بے تکلفی اور توکل بے حد اہم ہیں۔ مہمان نوازی کے خلق کو پوری طرح اختیار نہ کر سکنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ممکن ہے کہ ہم بہت آرام دہ زندگی کے عادی ہو چکے ہوں۔ اور قربانی کرنا ہمارے لئے بہت مشکل ہو چکا ہو۔ ممکن ہے کہ ہم مہمان کے لئے اپنی حیثیت سے بڑھ کر تکلف کرنے کے نتیجہ میں جلد تھک جاتے ہوں۔ اسی طرح توکل میں کمی بھی ہمارے اخلاق میں کمزوری کا باعث ہو سکتی ہے۔ خدا کرے کہ ہم دیگر تمام اخلاق کی طرح مہمان نوازی کے خلق میں بھی ترقی کرنے والے ہوں۔ آمین

''مولا بس''

وہ میرا ہے' مجھے اتنا بہت ہے
مجھے تو بس مرا مولا بہت ہے
نہ ثانی ہے کوئی اس کا نہ ہمسر
وہ اپنی ذات میں یکتا بہت ہے
وہ یکتا ہے حسینان جہاں میں
دل اُس کے حُسن پر شیدا بہت ہے
سماعت میں نہیں کچھ نقص اُس کی
یہ سنتے ہیں کہ وہ سُنتا بہت ہے
زہے قسمت اگر وہ ہم کو مل جائے
سبھی کہتے ہیں وہ اچھا بہت ہے
کہاں ہے تاب انساں میں کہ دیکھے
بس اک جھلکی، بس اک جلوہ بہت ہے
یقیناً پائے گا دل کی مرادیں
جو اس کے نام کو جپتا بہت ہے
گذر جائے جو اس کی بندگی میں
وہ ہے انمول' وہ لمحہ بہت ہے
جدائی کو ہوا کتنا زمانہ
مگر وہ اب بھی یاد آتا بہت ہے
وہ مجھ سے کیوں نہیں ملتا آخر
جدائی کا مجھے صدمہ بہت ہے
وہ جس کا فیض ہے عالم میں جاری
وہ جس کے لطف کا قطرہ بہت ہے
جو برساتا ہے بارش آسماں سے
زمیں کو جس کا اک چھینٹا بہت ہے
کبھی جس کے خزانے کم نہ ہوں گے
جو مانگے اُس کو وہ دیتا بہت ہے
اُسے تو بخش دے اے میرے غفار
غضب سے جو تیرے ڈرتا بہت ہے
سلیم اب جان کی بازی لگا دو
خریدو اُس کو وہ سستا بہت ہے

(سلیم شاہجہاں پوری)

قرآن کریم

سیرت طیبہ کا معتبر ترین ماخذ

رشحات قلم: ''ابو مبارک علی''

ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق نے یہ لطیف سبق اپنی ماؤں کے قدموں میں سنا اور سیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق طیبہ گویا قرآن مجید کی عکسی تصویر تھے۔ قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ طیبہ کا سب سے اوّل، سب سے جامع سب سے زیادہ لطیف، سب سے زیادہ معتبر اور زمانی لحاظ سے سب سے زیادہ قریبی ماخذ ہے۔ سیرۃ طیبہ کو بیان کرنے کے لئے اس پاک کلام نے کم از کم آٹھ متنوع طریق اختیار کئے ہیں اور آٹھ دلکش پیرائیوں میں آپؐ کے حسن و جمال کا تذکرہ فرمایا ہے۔

پہلا طریق: قرآن شریف نے سیرت طیبہ کے بیان کے لئے پہلا طریق لطیف اشارات اور بلیغ کنایات کا اختیار کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لئے بغیر آپؐ کے مقامات عالیہ کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ (سورۃ القمر آیت ۵۶) کہہ کر خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھنے کے انجیلی محاورہ کو ماند کر دیا ہے۔ لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَھْوًا لَّاتَّخَذْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّآ اِنْ کُنَّا فٰعِلِیْنَ (سورۃ الانبیاء آیت ۱۸) میں اشارہ فرمایا کہ اگر ہم بیٹا بنانے کا دل بہلاوہ کرنا ہی چاہتے تو مسیح و کرشن کے بجائے مقام لدن پر فائز افضل ترین وجود کو بیٹا بناتے۔ بلیغ اشارات میں مقامِ محمدیہ کے قرآنی تذکرہ کا ذکر کرتے ہوئے عظیم ترین عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ'' اس جگہ صاحب درجات رفیعہ سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جن کو ظلی طور پر انتہائی درجہ کے کمالات جو کمالاتِ الوہیت کے اظلال و آثار ہیں بخشے گئے اور وہ خلافتِ حقّہ جس کے وجودِ کامل کے تحقق کے لئے سلسلہ بنی آدم کا قیام بلکہ ایجادِ کل کائنات کا ہوا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود با جود سے اپنے مرتبہ اتم و اکمل میں ظہور پذیر ہو کر آئینہ خدا نما ہوئے''

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۲۳۴-۲۳۵ حاشیہ)

''اس آیت کی تفسیر احادیث نبویہ میں یہی بیان کی گئی ہے کہ موت کے بعد ہر ایک نبی کی روح آسمان کی طرف اٹھائی جاتی ہے اور اپنے درجہ کے موافق اس روح کو آسمانوں میں سے کسی آسمان میں کوئی مقام ملتا ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس مقام تک اُس روح کا رفع عمل میں آیا ہے تا جیسا کہ باطنی طور پر اس روح کا درجہ تھا خارجی طور پر وہ درجہ

ثابت کر کے دکھلایا جائے سو یہ رفع جو آسمان کی طرف ہوتا ہے تحقیق درجات کے لئے وقوع میں آتا ہے اور آیت مذکورہ بالا میں جو رفع بعضھم درجاتٍ ہے یہ اشارہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع تمام نبیوں سے بلند تر ہے اور ان کی روح مسیحؑ کی روح کی طرح دوسرے آسمان میں نہیں اور نہ حضرت موسیٰؑ کی روح کی طرح چھٹے آسمان میں بلکہ سب سے بلند تر ہے۔ اسی کی طرف معراج کی حدیث بہ تصریح دلالت کر رہی ہے۔ بلکہ معالم النبوت میں بصفحہ ۵۱۷ یہ حدیث لکھی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج میں چھٹے آسمان سے آگے گزر گئے تو حضرت موسیٰؑ نے کہا رب لم اظن ان یرفع علی احد (حدیث) یعنی اے میرے خداوند! مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ کوئی نبی مجھ سے اوپر اٹھایا جائے گا اور اپنے رفع میں مجھ سے آگے بڑھ جائے گا۔'' (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۲۷۵-۲۷۶)

پھر فرمایا:-

''اس رفع درجات سے وہی انتہائی درجہ کا ارتفاع مراد ہے جو ظاہری اور باطنی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور یہ وجود باجود جو خیر مجسم ہے مقربین کے تین قسموں سے اعلیٰ و اکمل ہے جو الوہیت کا مظہر اتم کہلاتا ہے۔''

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد۲ صفحہ ۲۵۲)

سیرۃ طیبہ محمدی کے اشاروں کنایوں میں تذکرہ کی ایک نہایت لطیف مثال یہ نہایت خوبصورت آیت ہے جس میں اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ط اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّاشَرْقِیَّۃٍ وَّ لَاغَرْبِیَّۃٍ لا یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ط (سورۃ النور آیت ۳۶) عاشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں ''خدا آسمان و زمین کا نور ہے۔ یعنی ہر ایک نور جو بلندی اور پستی میں نظر آتا ہے۔ خواہ وہ ارواح میں ہے۔ خواہ اجسام میں اور خواہ ذاتی ہے اور خواہ عرضی اور خواہ ظاہری ہے اور خواہ باطنی اور خواہ ذہنی ہے، خواہ خارجی اُسی کے فیض کا عطیہ ہے ...... اس نور کی مثال (فرد کامل میں جو پیغمبر ہے) یہ ہے جیسے ایک طاق (یعنی سینہ مشروح حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم) اور طاق میں ایک چراغ (یعنی وحی اللہ) اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں جو نہائت مصفّٰی ہے (یعنی نہایت پاک اور مقدس دل میں جو آنحضرت صلعم کا دل ہے جو کہ اپنی اصل فطرت میں شیشہ سفید اور صافی کی طرح ہر یک طور کی کثافت اور کدورت سے منزہ اور مطہر ہے اور تعلقات ماسوی اللہ سے بکلی پاک ہے) اور شیشہ ایسا صاف کہ گویا ان ستاروں میں سے ایک عظیم النور ستارہ ہے جو کہ آسمان پر بڑی آب و تاب کے ساتھ چمکتے ہوئے نکلتے ہیں جن کو کوکب درّی کہتے ہیں (یعنی حضرت خاتم الانبیاء کا دل ایسا صاف کہ کوکب درّی کی طرح نہایت منور اور درخشندہ جس کی اندرونی روشنی اس کے بیرونی قالب پر پانی کی طرح بہتی ہوئی نظر آتی ہے) وہ چراغ زیتون کے شجرۂ مبارک سے (یعنی زیتون کے روغن سے) روشن

کیا گیا ہے (شجرہ مبارکہ زیتون سے مراد وجود مبارک محمدی ہے کہ جو بوجہ نہایت جامعیت وکمال انواع واقسام کی برکتوں کا مجموعہ ہے جس کا فیض کسی جہت ومکان وزمان سے مخصوص نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لئے عام علیٰ سبیل الدوام ہے اور ہمیشہ جاری ہے کبھی منقطع نہیں ہوگا) اور شجرہ مبارکہ نہ شرقی ہے نہ غربی (یعنی طینتِ پاک محمدی میں نہ افراط ہے نہ تفریط بلکہ نہایت توسط واعتدال پر واقع ہے اور احسنِ تقویم پر مخلوق ہے اور یہ جو فرمایا کہ اس شجرہ مبارکہ کے روغن سے چراغِ وحیٔ روشن کیا گیا ہے سو روغن سے مراد عقل لطیف نورانی محمدی معہ جمیع اخلاق فاضلہ فطرتیہ ہے جو اس عقل کامل کے چشمہ صافی سے پروردہ ہیں۔ اور وحی کا چراغ لطائفِ محمدیہ سے روشن ہونا ان معنوں کے ہے کہ ان لطائف قابلہ پر وحی کا فیضان ہوا اور ظہور وحی کا موجب وہی ٹھہرے......سو اس جگہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا کہ چراغ وحیٔ فرقان اس شجرہ مبارکہ سے روشن کیا گیا ہے کہ نہ شرقی ہے نہ غربی۔ یعنی طینت معتدلہ محمدیہ کے موافق نازل ہوا ہے جس میں نہ مزاج موسوی کی طرح درشتی ہے نہ مزاج عیسوی کی مانند نرمی۔ بلکہ درشتی اور نرمی اور قہر اور لطف کا جامع ہے۔ اور مظہر کمال اعتدال اور جامع بین الجلال والجمال ہے ......اور تیل ایسا صاف اور لطیف کہ بن آگ ہی روشن ہونے پر آمادہ (یعنی عقل اور جمیع اخلاق فاضلہ اس نبیٔ معصوم کے ایسے کمال موزونیت ولطافت ونورانیت پر واقعہ کہ الہام سے پہلے خود بخود روشن ہونے پر مستعد تھے) نور علیٰ نور - نور فائض ہوا نور پر (یعنی جبکہ وجود مبارک حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی نور جمع تھے سو ان نوروں پر ایک اور نور آسمانی جو وحی الٰہی ہے وارد ہو گیا اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود باجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۱۹۱-۱۹۵)

دوسرا طریق: خدائے عزّ وجلّ نے اپنے پاک کلام میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات حسنہ کے تذکرہ کا دوسرا طریق جو اختیار کیا جو اس فارسی شعر میں عاشق کا شیوہ بیان کیا گیا ہے کہ:-

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں　　　گفتہ آید در حدیث دیگراں

قرآن شریف نے حسن یوسفؑ میں حسن مجسم کی ایک جھلک دکھائی - ابراہیمی وفا میں کامل ترین وفادار دل کا ایک گوشہ ظاہر کیا - سورۃ طٰہٰ، سورۃ نمل اور سورۃ قصص وغیرہ میں مثیل موسیٰؑ کو پیش آنے والے واقعات تفصیل سے بتائے - استخلافِ آدم کو اذ قال ربک للملائکۃ کے الفاظ میں خلافتِ محمدیہ کے متوقع ظہور کے ذریعہ جواز عطا فرمایا - قرآنی شریعت کو نوح کی شریعت کا نقطۂ ارتقاء قرار دیا - دم عیسیٰؑ کے ذریعہ روحانی مردوں میں روح پھونکنے کا تذکرہ کرکے اس الحاشر کی عظمت بتادی جس کے متعلق کہا گیا - واں مسیح ناصری شد از دمِ او بے شمار - خضرؑ کا علم، داؤد کے مزامیر شجاعت اور عبادت، سلیمانؑ کی حکمت وشوکت، ایوبؑ کا صبر، موسیٰؑ کا حلم

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری　　　آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے نام اپنے اندر جمع رکھتے ہیں کیونکہ وہ وجود پاک جامع کمالات متفرقہ ہے پس وہ موسیٰ بھی ہے اور عیسیٰؑ بھی اور آدمؑ بھی اور ابراہیمؑ بھی اور یوسفؑ بھی اور یعقوب بھی۔ اسی کی طرف اللہ جلّ شانہ اشارہ فرماتا ہے فبھداھم اقتدہ (سورۃ الانعام آیت ۹۱) یعنی اے رسول اللہ تو ان تمام ہدایات متفرقہ کو اپنے وجود میں جمع کر لے جو ہر ایک نبی خاص طور پر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ پس اس سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء کی شانیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں شامل تھیں اور درحقیقت محمدؐ کا نام صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ محمدؐ کے یہ معنے ہیں کہ بغایت تعریف کیا گیا اور بغایت درجہ کی تعریف تبھی متصور ہو سکتی ہے کہ جب انبیاء کے تمام کمالات متفرقہ اور صفات خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمع ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم کی بہت سے آیتیں جن کا اس وقت لکھنا موجب طوالت ہے اسی پر دلالت کرتی بلکہ بصراحت بتلاتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک باعتبار اپنی صفات اور کمالات کے مجموعہ انبیاء تھی اور ہر ایک نبی نے اپنے وجود کے ساتھ مناسبت پا کر یہی خیال کیا کہ وہ میرے نام پر آنے والا ہے۔ اور قرآن کریم ایک جگہ فرماتا ہے کہ سب سے زیادہ ابراہیمؑ سے مناسبت رکھنے والا یہ نبی ہے اور بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری مسیح سے بشدّت مناسبت ہے اور اس کے وجود سے میرا وجود ملا ہوا ہے پس اس حدیث میں حضرت مسیحؑ کے اس فقرہ کی تصدیق ہے کہ وہ نبی میرے نام پر آئے گا۔ سو ایسا ہی ہوا کہ ہمارا مسیح صلی اللہ علیہ وسلم جب آیا تو اس نے مسیح ناصری کے ناتمام کاموں کو پورا کیا اور اس کی صداقت کے لئے گواہی دی اور ان تہمتوں سے اس کو بری قرار دیا جو یہود اور نصاریٰ نے اس پر لگائی تھیں اور مسیحؑ کی روح کو خوشی پہنچائی۔''

(آئینہ کمالات...، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۴۳)

قرآن مجید نے جہاں سابقہ انبیاء کے حسن کے تذکرہ میں حسن ازل کے کامل مظہر کی متنوع جھلکیاں دکھائی ہیں وہاں اس مضمون کو بھی خوب وضاحت سے بیان فرمادیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گو بطور نبی کے جماعت انبیاء میں شامل ہیں مگر سب سے بڑھ کر سب سے افضل سب سے برتر اور سب سے کامل ہیں اس فضیلت کے اظہار کے لئے ایک بڑا نمایاں اور روشن طریق یہ اختیار فرمایا کہ باقی انبیاء اور رسولوں کو ان کے نام سے خطاب کیا یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ (سورۃ البقرہ آیت ۳۶) يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا (سورہ ھود آیت ۴۹) يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا (سورہ ھود آیت ۷۷) مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۸) يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ (سورہ آل عمران آیت ۵۶) يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ (سورۃ ص آیت ۲۷) مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرماتے ہوئے مسلسل یاایھا النبی اور یاایھا الرسول کے معزز خطاب استعمال فرمائے اور ہر جگہ جہاں قرآن مجید میں بغیر کسی

اور قرینہ اور نام کے رسول اور نبی کے لفظ استعمال فرمائے ہر جگہ اس سے ہمارے نبی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد لئے گویا واضح فرما دیا کہ حقیقت میں النبی اور الرسول آپؐ ہی ہیں اور تمام کمالات نبوت و رسالت آپؐ پر ختم ہیں۔ اس برتری کو واضح کرنے کے لئے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسوۂ حسنہ کے الفاظ استعمال کئے وہاں حضرت ابراہیم کے لئے ان الفاظ کے ساتھ الاقول ابراھیم کا استثناء فرما دیا۔ حضرت موسیٰ کے ساتھ آپؐ کی مماثلت کا ذکر بھی فرمایا مگر آپؐ کی فضیلت کا تذکرہ بھی کیا اور ایک ہی سورۃ میں جہاں حضرت موسیٰ کے لئے اَخْرِجْ قَوْمَکَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (سورہ ابراہیم آیت ۶) کے محدود الفاظ کہے وہاں لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (سورۃ ابراہیم آیت ۲) کہہ کر حضور کے لامحدود مشن کی طرف توجہ دلائی۔ سورۃ النحل میں سابقہ رسولوں کی امتوں کے بگاڑ کا ان الفاظ میں ذکر کیا تَاللّٰہِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِکَ فَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ فَھُوَ وَلِیُّھُمُ الْیَوْمَ (سورۃ النحل آیت ۶۴) وہاں اسی سورت میں فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (سورۃ النحل آیت ۹۹) کے ذریعہ آپ کے استعاذہ کو تعلیم قرآنی کے شیطانی حملہ سے محفوظ رہنے کا علاج بتا دیا۔ سورۃ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ کے عَجِلْتُ اِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضٰی (آیت ۸۵) اور حضرت آدمؑ کے نسی آدم کا تذکرہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰٓی اِلَیْکَ وَحْیُہٗ ز وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۵) کے ذریعہ طٰہٰ میں مذکور پختگی اور مردانگی کے لباس سے ملبوس فرمایا۔ سورۃ الانبیاء میں انبیاء کو معبود بنانے والوں کو توجہ دلائی اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۵۸) کہ تم جن انبیاء کو معبود بنا رہے ہو وہ تو خود اپنے رب کی رضا کے لئے اس سے تعلق محبت کی خاطر اس سے تعلق رکھتے ہیں جو صرف وہی الوسیلہ کے بلند مقام پر فائز فرمایا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مصدق قرار دے کر سب انبیاء کی صداقت کو آپؐ کی مہر تصدیق کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے۔ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی وَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ (سورۃ آل عمران آیت ۸۵) کہ آپؐ کی تعلیمات کو جملہ انبیاء کی تعلیمات کا جامع قرار دیا اور سابقہ تعلیمات کو آپؐ کی الکتاب کے مقابلہ میں نصیباً من الکتاب قرار دیا اور میثاق النبیین کے ذریعہ آپؐ کو جملہ انبیاء اور رُسل کا موعود منتظر اور نقطۂ معراج بنا دیا۔

عاشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت گزر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہرگز نہ کر سکتے اُن میں وہ دل وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبیؐ کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سوء ادبی ہے تو وہ

نادان مجھ پر افترا کرے گا میں نبیوں کی عزت اور حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں لیکن نبی کریمؐ کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزو اعظم ہے اور میرے رگ وریشہ میں ملی ہوئی بات ہے یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا ہے جو نہ الگ الگ مل جل کر کسی سے ہوسکتا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۷۴)

تیسرا طریق: سیرۃ طیبہ کے بیان کا تیسرا قرآنی طریق یہ ہے کہ قرآن مجید کے عظیم اخلاقی اور روحانی ارشادات و ہدایات اور شریعت کے اعلیٰ ترین احکامات ونصائح پر عمل کا بلند ترین نمونہ سیرۃ نبویؐ میں موجود ہے جو وصل الٰہی کی آرزو رکھنے والوں اور سعادت آخرت کے امیدواروں کے لئے خوبصورت ترین اسوہ ہے اس باب کو اس طرح بیان کیا کہ کتاب قرآنِ صامت ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم قرآن ناطق ہیں۔حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں۔''دوسرا ماخذ قرآنی علوم کا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔آپؐ پر قرآن نازل ہوا اور آپؐ نے قرآن کو اپنے نفس پر وارد کیا حتّٰی کہ آپ قرآن مجسم ہو گئے آپ کی ہر حرکت اور آپ کا ہر سکون قرآن کی تفسیر تھے۔آپ کا ہر خیال اور ہر ارادہ قرآن کریم کی تفسیر تھا آپ کا ہر احساس اور ہر ہر جذبہ قرآن کی تفسیر تھا۔آپ کی آنکھوں کی چمک میں قرآنی نور کی بجلیاں تھیں اور آپؐ کے کلمات قرآن کے باغ کے پھول تھے ہم نے اسؐ سے مانگا اور اسؐ نے دیا اور اُسؐ کے احسان کے آگے ہماری گردنیں خم ہیں اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و بارک وسلم انک حمید مجید

(تفسیر کبیر جلد سوئم دیباچہ صفحہ ج)

چوتھا طریق: خدائے عزوجل نے عظمت نبویؐ وکمالات محمدیؐ کے اظہار کے لئے ایک لطیف طریق قرآن مجید میں یہ اختیار فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اور عشاق کے بلند و بالا مقامات کو آپؐ کے چشمۂ فیض کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے اصل اور منبع کی عظمت ظاہر فرمائی خوشبو اور رنگ کی لہریں پھول کے حسن کا نتیجہ ہیں کرنیں چاند کی خوبصورتی کا پیغام لاتی ہیں روشنی کی لہریں سورج کی خیرہ کن تابانی کی دلیل ہیں۔محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ سے حاصل شدہ مدارج عالیہ آپؐ کی عظمت کا دائمی اور درخشندہ ثبوت ہیں سورۃ الحدید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کو سابقہ انبیاء پر ایمان کے مقابلہ میں دوہرے انعامات کا وارث بنانے والا قرار دے کر فرمایا۔کہ اے ایمان والو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔تب تم کو اللہ اپنی رحمت سے دوہرا حصہ دے گا۔اور تمہارے لئے نور مقرر کرے گا جس کی مدد سے تم چلو گے اور تمہیں مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے گا۔اور اللہ بڑا بخشنے والا اور بے انتہاء کرم کرنے والا ہے۔اور یہ ہم اس لئے کہتے ہیں تا کہ اہل کتاب یہ نہ سمجھیں کہ مسلمانوں کو اللہ کے فضل سے کچھ ملا ہی نہیں بلکہ یہ سمجھیں کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں

ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضلوں والا ہے (سورۃ الحدید آیت ۳۰) سورۃ بقرہ میں جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا (سورہ بقرہ آیت ۱۴۴) کہہ کر یہ مضمون آگے بڑھایا ہم نے سورۃ آل عمران میں عشق و محبت الٰہی کے متلاشیوں کو کیا خوبصورت پیغام دیا قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ان کو کہہ دے کہ اگر اللہ سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا اللہ بھی تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے۔ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی اور میرے لئے اس نعمت کا پایا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہوں کی پیروی نہ کرتا سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبیؐ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفتِ کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے اور میں اس جگہ یہ بھی بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے کہ سچی اور کامل پیروی آنحضرتؐ کے بعد سب باتوں سے پہلے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ سو یاد رہے کہ وہ قلب سلیم ہے یعنی دل سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور دل ایک ابدی اور لازوال محبت کا طالب ہو جاتا ہے۔ پھر بعد اس کے ایک مصفّٰی اور کامل محبت الٰہی بباعث اس قلب سلیم کے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ سب نعمتیں آنحضرتؐ کی پیروی سے بطور وراثت ملتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (سورۃ آل عمران آیت ۳۲) یعنی ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو۔ تا خدا بھی تم سے محبت کرے۔'' (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۶۴-۶۵)

(باقی آئندہ شمارے میں)

دعاؤں پر زور دیں، ہر وقت دعاؤں میں لگے رہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''.... احمدیوں کو زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ اُن کے گند اور لغویات سن کر صبر دکھاتے ہوئے، حوصلہ دکھاتے ہوئے، منہ پھیر کر گزر جایا کریں۔ ان کے گند کے مقابلے میں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ واقعی ہم اپنی ہار مانتے ہیں۔ ہم ان کے گند کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتے۔ لیکن ایک بات بتا دوں، واضح کر دوں کہ جب نہیں بولتا بندہ **تو خدا بولتا ہے اور جب خدا بولتا ہے تو مخالفین کے ٹکڑے ہوا میں بکھرتے ہوئے ہم نے دیکھے ہیں اور آئندہ بھی دیکھیں گے انشاء اللہ۔** پس احمدی مسیح موعود سے سچا تعلق قائم رکھیں اور دعاؤں پر زور دیں، ہر وقت دعاؤں میں لگے رہیں۔''

(خطبہ جمعہ 19/ستمبر 2003ء)

امن، پیار، محبت اور بھائی چارے کی تعلیم دینے والا مذہب

امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ ؍جون ۲۰۰۳ء بمقام بیت فضل لندن میں فرمایا:

’’....آج کل تمام مغربی دنیا اکٹھی ہو کر عالم اسلام پر یہ الزام لگا رہی ہے کہ اسلام تشدد کا مذہب ہے اور اس بنیادی تشدد کی تعلیم کی وجہ سے مسلمانوں میں جہادی تنظیمیں قائم ہیں۔ یہ انتہائی جھوٹا اور گھناؤنا الزام اسلام کی تعلیم پر لگایا جا رہا ہے۔ ہر احمدی اس سے بخوبی واقف ہے۔ اسلام تو امن، پیار، محبت اور بھائی چارے کی تعلیم دینے والا مذہب ہے اور جتنا انسانیت کے حقوق کا پاس اسلامی تعلیمات میں ملتا ہے اس کی مثال، اس کی نظیر اور کسی تعلیم میں نہیں ہے۔ لیکن یہ بھی ساتھ مَیں، بدقسمتی، کہوں گا کہ بعض تشدد پسند گروہوں نے جن کا اسلامی تعلیم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں اپنی انا کی تسکین کے لئے، اپنی ذات کو ابھار کر دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے اسلام کی تعلیم کو اس طرح جہادی تنظیموں کے تصور کے ساتھ منسلک کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ جس کی وجہ سے اسلام کی جو خوبصورت تعلیم تھی اس کا ایک بڑا بھیانک تصور قائم ہو جاتا ہے۔ اور یہ کوئی اسلام کی خدمت نہیں ہے بلکہ اسلام کو بدنام کرنے کے مترادف ہے۔ ابھی جو آیت مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ترجمہ یہ ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ یقیناً ہدایت گمراہی سے کھل کر نمایاں ہو چکی۔ پس جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے ایک ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں۔ اور اللہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

حضرت مصلح موعود اس کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

’’یہ عجیب بات ہے کہ (دین حق) پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ جبر سے دین پھیلانے کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اسلام اگر ایک طرف جہاد کے لئے مسلمانوں کو تیار کرتا ہے جیسا کہ اس سورۃ میں وہ فرما چکا ہے کہ....(بقرہ:۱۹۱) یعنی تم اللہ کی راہ میں، ان لوگوں سے جنگ کرو، جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ تو دوسری طرف وہ یہ بھی فرماتا ہے کہ ﴿(دین حق) لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ﴾ یعنی جنگ کا جو حکم تمہیں دیا گیا ہے، اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ لوگوں کو مسلمان بنانے کے لئے جبر کرنا جائز ہو گیا ہے، بلکہ جنگ کا یہ حکم محض دشمن کے شر سے بچنے اور اس کے مفاسد کو دُور کرنے کے لئے دیا گیا ہے۔ اگر اسلام میں جبر جائز ہوتا تو یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ قرآن کریم ایک طرف تو مسلمانوں کو لڑائی کا حکم دیتا اور دوسری طرف اسی سورۃ میں یہ فرما دیتا کہ دین کے لئے جبر نہ کرو۔ کیا اس کا واضح الفاظ میں یہ مطلب نہیں کہ اسلام دین کے معاملے میں

دوسروں پر جبر کرنا کسی صورت میں بھی جائز قرار نہیں دیتا۔ پس یہ آیت دین کے معاملے میں ہر قسم کے جبر کو نہ صرف ناجائز قرار دیتی ہے بلکہ جس مقام پر یہ آیت واقع ہے، اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام جبر کے بالکل خلاف ہے۔ پس عیسائی مستشرقین کا یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ غیر مذاہب والوں کو اسلام میں داخل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی وہ سب سے پہلا مذہب ہے جس نے دنیا کے سامنے یہ تعلیم پیش کی کہ مذہب کے معاملے میں ہر شخص کو آزادی حاصل ہے اور دین کے بارے میں کسی پر کوئی جبر نہیں۔'' (تفسیر کبیر۔ جلد دوم۔ صفحہ ۵۸۵ تا ۵۸۶)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ ایک انبیاء کی راہ ہوتی ہے، ایک بادشاہوں کی۔ انبیاء کا یہ قاعدہ نہیں ہوتا کہ وہ ظلم و جور و تعدّی سے کام لیں۔ ہاں بادشاہ جبر و اِکراہ سے کام لیتے ہیں۔ پولیس اُس وقت گرفت کرسکتی ہے جب کوئی گناہ کا ارتکاب کر دے مگر مذہب گناہ کے ارادے کو بھی روکتا ہے۔ پس جب مذہب کی حکومت کو آدمی مان لیتا ہے تو پولیس کی حکومت اس کی پرہیز گاری کے لئے ضروری نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جبر واکراہ کا تعلق مذہب سے نہیں۔ پس کسی کو جبر سے مت داخل کرو کیونکہ جو دل سے مومن نہیں ہوا وہ ضرور منافق ہے۔ شریعت نے منافق اور کافر کو ایک ہی رسّی میں جکڑا ہے۔ غلطی سے ایسی کہانیاں مشہور ہوگئی ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے''۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ''عالمگیر کو بھی الزام دیتے ہیں کہ وہ ظالم تھا اور بالجبر مسلمان کرتا (تھا)۔ یہ کیسی بیہودہ بات ہے۔ اس کی فوج کے سپہ سالار ایک ہندو تھے۔ بڑا حصہ اس کی عمر کا اپنے بھائیوں سے لڑتے گزرا۔ اس کی موت بھی تاناشاہ کے مقابل میں ہوئی''۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ ''اِسلام بادشاہوں کے افعال کا ذمہ دار نہیں ہے۔ مسلمانوں نے یہی غلطی کی کہ معترضین کے مفتریات کو تسلیم کر لیا حالانکہ اسلام دِلی محبت و اخلاق سے حق بات ماننے کا نام ہے۔ اسی لئے اسلام میں جبر نہیں''۔ (حقائق الفرقان جلد اول صفحہ ۳۹۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول مزید فرماتے ہیں:

''ہمیں کتاب مغازی میں (خواہ کیسی ہی ناقابل وثوق کیوں نہ ہوں) کوئی ایک بھی مثال نظر نہیں آتی کہ آنحضرت ﷺ نے کسی شخص، کسی خاندان، کسی قبیلے کو بزور شمشیر و اِجبار مسلمان کیا ہو۔ سر ولیم میور صاحب کا فقرہ کیسا صاف صاف بتاتا ہے کہ شہر مدینہ کے ہزاروں مسلمانوں میں سے کوئی ایک شخص بھی بزور و اِکراہ اسلام میں داخل نہیں کیا گیا اور مکّہ میں بھی آنحضرت ﷺ کا یہی رویّہ اور سلوک رہا بلکہ ان سلاطین عظام (محمود غزنوی، سلطان صلاح الدین، اورنگ زیب) کی محققانہ اور صحیح تواریخ میں کوئی ایک بھی مثال نہیں ملتی کہ کسی شخص کو انہوں نے بالجبر مسلمان کیا ہو۔ ہاں ہم اِن کے وقت میں غیر قوموں کو بڑے بڑے عہدوں اور مناصب پر ممتاز و سرفراز پاتے ہیں۔ پس کیسا بڑا

ثبوت ہے کہ اہل اسلام نے قطع نظر مقاصدِ ملکی کے اشاعتِ اسلام کے لئے کبھی تلوار نہیں اٹھائی''۔

پھر فرمایا:''قوانینِ اسلام کے موافق ہر قسم کی آزادی مذہبی اور مذہب والوں کو بخشی گئی جو سلطنتِ اسلام کے مطیع و محکوم تھے۔﴿لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ﴾ دین میں کوئی اجبار نہیں۔ یہ آیت کھلی دلیل اس امر کی ہے کہ اسلام میں اَور اہلِ مذاہب کو آزادی بخشنے اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم ہے''۔ (فصل الخطاب۔ جلد اول صفحہ ۹۸،۹۹)

پس آج جماعت احمدیہ کا یہ کام ہے کہ ایک مہم کی صورت میں دنیا کے سامنے [دین حق] کی امن اور آشتی کی جو حسین اور خوبصورت تعلیم ہے وہ پیش کریں۔ اور دنیا کے سامنے کھولیں کہ اسلام تو انصاف اور امن کی تعلیم کا علمبردار ہے۔ جس کی مثال آج سے چودہ سو سال پہلے کے واقعات میں ملتی ہے۔ وہ واقعہ جب بنو نضیر مدینہ سے جلاوطن کئے گئے تو ان میں سے وہ لوگ بھی تھے جو انصار کی اولاد تھے۔ انصار نے ان کو روک لینا چاہا مگر آنحضرت ﷺ نے اس تعلیم کے ماتحت کہ دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ان کو اس سے منع فرمایا۔ اور یہ انصار کی اولاد اس طرح یہودیوں کے پاس تھی کہ زمانہ جاہلیت میں جب کسی کے نرینہ اولاد یا لڑکا نہیں ہوتا تھا تو وہ منت مانا کرتے تھے کہ اگر میرا لڑکا ہوگا تو میں اسے یہودی بنادوں گا۔ تو اس طرح لڑکے کی پیدائش پر اپنے بچے یہودیوں کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔ تو یہ ہے اسلام کی خوبصورت تعلیم کہ تم اپنے لختِ جگر کو بھی جب ایک دفعہ کسی کو دے دیتے ہو اور جب وہ اسے اپنے مذہب پر قائم کر لیتا ہے تو پھر زبردستی اس کو بھی واپس نہیں لے سکتے۔

پھر ایک ایسی مثال جو دنیا میں کہیں نظر نہیں آئے گی کہ صلح حدیبیہ کے وقت کیا ہوا۔ جب قریش کی سخت اور کڑی شرطوں پر مسلمان اپنی ذلت محسوس کرنے لگے اور بعض نے ان شرطوں کو نہ ماننے کا اظہار بھی کیا۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے جو اس کامل یقین پر قائم تھے کہ فتح انشاء اللہ مسلمانوں کی ہے۔ اور یہ اس سمیع و علیم خدا کا وعدہ ہے کہ فتح یقیناً اے محمد ﷺ تیری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیری دعاؤں کو سنا ہے اور ان کی قبولیت کا وقت قریب آ رہا ہے ان تمام شرائط کو قبول کیا اور صحابہ کو بھی یہ تعلیم دی کہ اسلام کی فتح جنگوں سے نہیں بلکہ صلح صفائی اور خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے سے ہوگی۔

اس زمانہ میں بھی اب انشاء اللہ اسی طرح ہوگا لیکن یہ بات مسلمانوں کو بھی سمجھنی چاہئے کہ اسلام کی فتح تو ضرور ہوگی لیکن زورِ بازو سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کے احکامات پر عمل کرنے سے ہوگی، جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم گمراہی کو چھوڑ کر ایمان لائے ہو تو گویا تم نے ایک مضبوط کڑے کو پکڑ لیا ہے جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں لیکن صرف منہ سے کہہ دینا کہ ہم ایمان لے آئے کافی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور آنحضرت ﷺ کے حکموں کو مضبوط کڑے کی طرح پکڑو گے تو کامیاب ہوگے.....'' (خطبات مسرور جلد اول صفحات 132-128)

میرے خاندان میں احمدیت

مکرم عزیز احمد صاحب - ربوہ

ہمارا آبائی گاؤں ''پوڑانوالہ'' ضلع گجرات ہے- یہ گاؤں ریلوے اسٹیشن ڈنگہ سے جانب شمال نہر اپر جہلم کے دائیں کنارے پر واقع ہے- اس گاؤں میں احمدیت کا پودا جماعت کے ابتدائی سالوں میں ہی لگ گیا تھا- ہوا یوں کہ 1895ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب علماء مشائخ کو دعوت مباہلہ دی- تو ہمارے گاؤں کے امام مسجد حضرت مولوی کرم دین صاحب کے نام بھی مباہلہ کے چیلنج کا خط گیا-

حضرت مولوی صاحب سعید الفطرت انسان تھے- انہوں نے بجائے مقابلہ پر آنے کے حضور کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا- (حضرت مولوی صاحب کا نام انجام آتھم میں دی گئی فہرست مدعوئین مباہلہ کے حاشیہ میں درج ہے) مولوی صاحب موصوف کی اقتداء میں گاؤں کے چیدہ چیدہ آٹھ دس دیگر افراد نے بیعت کر لی- راقم الحروف کے دادا حضرت میاں جان محمد صاحب بھی ان بیعت کنندگان میں شامل تھے- افسوس ہے ان لوگوں میں سے کوئی بھی حضور کی دستی بیعت سے فیض یاب نہ ہوسکا- لہذا یہ لوگ رفقاء کی فہرست میں شامل نہیں- اگلی نسل میں احمدیت مؤثر طریق سے نفوذ نہ پاسکی- حضرت میاں جان محمد صاحب کے دو بیٹے تھے-

حضرت میاں اللہ دتہ صاحب ''خاکسار کے والد'' اور محمد حسین صاحب- محمد حسین صاحب صغرسنی میں فوت ہو گئے- اور حضرت میاں اللہ دتہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے 1903ء میں امام آخرزمان کی دستی بیعت کا شرف بھی بخشا- اور اس طرح انہیں گاؤں کے واحد رفیق حضرت مسیح پاکؑ ہونے کا اعزاز حاصل ہوا- الحمدللہ علیٰ ذٰلک

حضرت والد صاحب صوم وصلوٰۃ کی پابندی کے ساتھ ساتھ دعوت الی اللہ کے جذبہ سے بھی سرشار تھے- باوجود دینوی تعلیم نہ ہونے کے غیراز جماعت مولویوں کے ساتھ اکثر بحث ومباحثہ میں مشغول رہتے- حضرت مسیح پاکؑ کی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ خوشی وغمی کے موقعہ پر ادا کی جانے والی بدرسوم سے سخت نفرت تھی- جس کے باعث عمر بھر برادری کی مخالفت کا سامنا رہا- مگر اصول وقواعد میں کبھی لچک نہیں دکھائی- یہی روح اپنی اولاد میں پھونک کر ستمبر 1949ء میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے- اپنے گاؤں میں دفن ہیں- اللھم اغفر له وارحمهٗ وادخلهٗ جنة النعيم

حضرت میاں اللہ دتہ صاحب کی اولاد میں ہم پانچ بھائی اور دو بہنیں ہیں- جن کے اسماء اور مختصر تعارف درج ذیل ہے-

(۱) مکرم چوہدری عطاءاللہ صاحب مرحوم

ان کو 1947ء سے 1951ء تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے حفاظت مرکز کی خاطر قادیان میں بطور درویش رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس عرصہ میں حضرت والد صاحب فوت ہو گئے۔ جس کی وجہ سے بہن بھائیوں کی سرپرستی کی خاطر انہیں واپس آنا پڑا۔ یہ لاولد ہی مبارک آباد ضلع حیدر آباد میں فوت ہو گئے

(۲) مکرم محمد عبداللہ صاحب بشیر آباد ضلع حیدر آباد

(۳) مکرم منشی شیخ احمد صاحب مرحوم سابق کارکن احمدیہ اسٹیٹ سندھ

(۴) مکرمہ جنت بی بی صاحبہ بیوہ مکرم حوالدار سردار خان صاحب موضع اسماعیلیہ ضلع گجرات

(۵) مکرمہ سید بی بی صاحبہ اہلیہ چوہدری عبدالحق صاحب بشیر آباد سندھ

(۶) مکرم علی احمد صاحب معلم وقفِ جدید

(۷) راقم الحروف:۔ ماسٹر عزیز احمد سابق ٹیچر تعلیم (......) ہائی سکول بشیر آباد سندھ حال دارالرحمت غربی ربوہ

والد صاحب کی ساری اولاد سوائے برادر اکبر مکرم چوہدری عطاء اللہ صاحب (مرحوم) کے پوتوں۔ پوتیوں اور نواسوں نواسیوں والی ہے۔ اور خدا کے فضل سے پورا خاندان دیندار ہے۔ چنانچہ اس وقت حضرت والد صاحب کے تین پوتے اور ایک پڑنواسہ مربی ہیں۔ اور میدان عمل میں مصروف جہاد ہیں۔ جن کے نام ولدیت یہ ہیں۔

مکرم رشید احمد طیب	ابن ماسٹر عزیز احمد	ساؤطومے سنٹرل افریقہ
مکرم اظہر احمد بزمی	منشی شیخ احمد صاحب مرحوم	اسکردو
مکرم حافظ عبدالہادی	مکرم مولوی علی احمد صاحب	ضلع جھنگ میں
مکرم عبدالقدوس پڑنواسہ	مکرم عبدالکریم صاحب	ٹوگو مغربی افریقہ

ضروری نوٹ:۔ گاؤں پوڑانوالہ کی موجودہ حالت جماعت کے موجودہ صدر مکرم چوہدری غلام علی صاحب کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ مکرم غلام علی صاحب نے خود جلسہ سالانہ 1949ء کے موقعہ پر بیعت کی۔

نصاب سہ ماہی سوم (جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء)

1۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ نمبر 2 — نصف اوّل

2۔ کتاب ''احادیث الاخلاق'' — نصف اوّل

3۔ کتاب ''خلافتِ راشدہ'' از حضرت مصلح موعود — نصف اوّل

(قیادت تعلیم مجلس انصاراللہ پاکستان)

قسط: سوم

محبوبانِ الٰہی کی علامات

عِشق الٰہی وَسّے مُنہ پر ولیاں ایہہ نشانی

حضرت مسیح ناصریؑ نے ماموریں اور فرستادوں کی شناخت اور صداقت کا ذکر کرتے ہوئے بہت ہی خوبصورت بات کہی، آپ فرماتے ہیں: ''یا تو درخت کو بھی اچھا کہو اور اسکے پھل کو بھی اچھا یا درخت کو بھی برا کہو اور اسکے پھل کو بھی برا کیونکہ درخت پھل ہی سے پہچانا جاتا ہے۔'' [متی کی انجیل باب 12 آیت 33] کتنی کھری اور سچی بات ہے کہ جس چیز کا درخت ہے وہی پھل اسکو لگے گا، یہ نہیں ہوسکتا کہ درخت تو انگور کا ہو اور پھل اس کو حنظل کا لگا ہو، دوسرے لفظوں میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ بتانے یا معلوم کرنے کی ضرورت ہی نہیں خود پھل سے درخت پہچانا جاتا ہے... ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے پیاروں اور اسکے مقربوں کی شناخت کا معاملہ ہے، جو اس کے پیارے ہوتے ہیں وہ خود پہچانے جاتے ہیں، وہ اپنے چہروں کے نور اور اپنے کاموں کی عظمت سے شناخت کئے جاتے ہیں، وہ ہزاروں اور لاکھوں میں ممتاز ہوتے ہیں، انکی اپنی ایک خوشبو ہوتی ہے، ان کا اپنا ایک نور ہوتا ہے جو پوشیدہ نہیں رہتا بس دیکھنے اور پرکھنے والی آنکھ اور سعادت مندی کا جوہر ہونا چاہیے،

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی تحریرات میں متعدد جگہ اس مضمون کو بیان فرمایا ہے، اس سے پہلے دو قسطوں میں مئی اور جولائی کے شماروں میں ازالہ اوہام اور حقیقۃ الوحی کے اقتباسات پیش کئے گئے تھے اب اس کی تیسری قسط کے طور پر براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 سے اقتباس پیش کیا جارہا ہے۔ [مرتبہ: سید مبشر احمد ایاز]

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مراتب ستہ کی تشریح و تفسیر میں چھٹے مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''.... اور یاد رہے کہ مرتبہ ششم وجود روحانی میں رُوح سے مراد وہ محبتِ ذاتیہ الٰہیہ ہے جو انسان کی محبتِ ذاتیہ پر ایک شعلہ کی طرح پڑتی اور تمام اندرونی تاریکی دُور کرتی اور روحانی زندگی بخشتی ہے اور اس کے لوازم میں سے رُوح القدس کی تائید بھی کامل طور پر ہے۔

دوسرا حُسن انسان کی پیدائش میں حُسنِ بُشرہ ہے۔ اور یہ دونوں حُسن اگرچہ رُوحانی اور جسمانی پیدائش درجہ پنجم میں نمودار ہو جاتے ہیں لیکن آب و تاب اُن کی فیضانِ رُوح کے بعد ظاہر ہوتی ہے اور جیسا کہ جسمانی وجود کی رُوح جسمانی قالب تیار ہونے کے بعد جسم میں داخل ہوتی ہے ایسا ہی روحانی وجود کی رُوح روحانی قالب تیار ہونے کے بعد انسان کے

رُوحانی وجود میں داخل ہوتی ہے۔ یعنی اُس وقت جب کہ انسان شریعت کا تمام جُوا اپنی گردن پر لے لیتا ہے اور مشقت اور مجاہدہ کے ساتھ تمام حدودِ الٰہیہ کے قبول کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے اور ورزشِ شریعت اور بجا آوری اور احکامِ کتاب اللہ سے اس لائق ہو جاتا ہے کہ خُدا کی روحانیت اس کی طرف توجہ فرماوے اور سب سے زیادہ یہ کہ اپنی محبتِ ذاتیہ سے اپنے تئیں خدا تعالیٰ کی محبتِ ذاتیہ کا مستحق ٹھیرالیتا ہے جو برف کی طرح سفید اور شہد کی طرح شیریں ہے۔

اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں وجودِ رُوحانی خشوع کی حالت سے شروع ہوتا ہے اور روحانی نشوونما کے چھٹے مرتبہ پر یعنی اس مرتبہ پر کہ جب کہ رُوحانی قالب کے کامل ہونے کے بعد محبتِ ذاتیہ الٰہیہ کا شعلہ انسان کے دل پر ایک رُوح کی طرح پڑتا ہے اور دائمی حضور کی حالت اس کو بخش دیتا ہے کمال کو پہنچتا ہے اور تبھی روحانی حُسن اپنا پورا جلوہ دکھاتا ہے۔ لیکن یہ حُسن جو روحانی حُسن ہے جس کو حُسن معاملہ کے ساتھ موسوم کر سکتے ہیں یہ وہ حُسن ہے جو اپنی قوی کششوں کے ساتھ حُسن بشرہ سے بہت بڑھ کر ہے۔ کیونکہ حُسنِ بُشرہ صرف ایک یا دو شخص کے فانی عشق کا موجب ہوگا جو جلد زوال پذیر ہو جائے گا اور اس کی کشش نہایت کمزور ہوگی۔ لیکن وہ روحانی حُسن معاملہ سے موسوم کیا گیا ہے **وہ اپنی کششوں میں ایسا سخت اور زبردست ہے کہ ایک دنیا کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور زمین و آسمان کا ذرّہ ذرّہ اس کی طرف کھنچا جاتا ہے** اور قبولیت دُعا کی بھی درحقیقت فلاسفی یہی ہے کہ جب ایسا رُوحانی حُسن والا انسان جس میں محبتِ الٰہیہ کی رُوح داخل ہو جاتی ہے جب کسی غیر ممکن اور نہایت مشکل امر کے لئے دُعا کرتا ہے اور اُس دُعا پر پورا پورا زور دیتا ہے تو چونکہ وہ اپنی ذات میں حُسن رُوحانی رکھتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے امر اور اذن سے اس عالم کا ذرّہ ذرّہ اس کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ پس ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں جو اس کی کامیابی کے لئے کافی ہوں۔ تجربہ اور خدا تعالیٰ کی پاک کتاب سے ثابت ہے کہ دنیا کے ہر ایک ذرّہ کو طبعاً ایسے شخص کے ساتھ ایک عشق ہوتا ہے اور اُس کی دُعائیں اُن تمام ذرّات کو ایسا اپنی طرف کھینچتی ہیں جیسا کہ آہن رُبا لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ پس غیر معمولی باتیں جن کا ذکر کسی علم طبعی اور فلسفہ میں نہیں اس کشش کے بعث ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اور وہ کشش طبعی ہوتی ہے۔ جب سے کہ صانع مطلق نے عالمِ اجسام کو ذرّات سے ترکیب دی ہے ہر ایک ذرّے میں وہ کشش رکھی ہے اور ہر ایک ذرّہ رُوحانی حُسن کا عاشق صادق ہے اور ایسا ہی ہر ایک سعید رُوح بھی۔ کیونکہ وہ حُسن تجلّی گاہِ حق ہے۔ وہی حُسن تھا جس کے لئے فرمایا گیا۔ [آدم کو سجدہ کرو پس سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ ناقل] (البقرۃ:۳۵) اور اب بھی بہتیرے ابلیس ہیں جو اس حُسن کو شناخت نہیں کرتے مگر وہ حُسن بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے۔

نوح میں وہی حُسن تھا جس کی پاس خاطر حضرت عزّت جلّشانہٗ کو منظور ہوئی اور تمام منکروں کو پانی کے عذاب سے ہلاک کیا گیا۔ پھر اس کے بعد موسیٰ بھی وہی حُسن رُوحانی لے کر آیا جس نے چند روز تکلیفیں اٹھا کر آخر فرعون کا بیڑا

غرق کیا۔ پھر سب کے بعد سیّد الانبیاء خیر الوریٰ مولانا وسیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ایک عظیم الشان روحانی حُسن لے کر آئے جس کی تعریف میں یہی آیت کریمہ کافی ہے....(النجم:۹۔۱۰) یعنی وہ نبیؐ جنابِ الٰہی کے بہت نزدیک چلا گیا۔ اور پھر مخلوق کی طرف جُھکا اور اس طرح پر دونوں حقّوں کو جو حق اللہ اور حق العباد ہے ادا کر دیا۔ اور دونوں قسم کا حُسن رُوحانی ظاہر کیا۔ اور دونوں قوموں میں وتر کی طرح ہو گیا۔ یعنی دونوں قوموں میں جو ایک درمیانی خط کی طرح ہو اور اس طرح اس کا وجود واقع ہوا جیسے یہ....اس حُسن کو ناپاک طبع اور اندھے لوگوں نے نہ دیکھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے...(الاعراف:۱۹۹) یعنی تیری طرف وہ دیکھتے ہیں مگر تو انہیں دکھائی نہیں دیتا۔ آخر وہ سب اندھے ہلاک ہو گئے۔

اس جگہ بعض جاہل کہتے ہیں کہ کیوں کامل لوگوں کی بعض دُعائیں منظور نہیں ہوتیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اُن کی تجلّی حُسن کو خدا تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھا ہوا ہے۔ پس جس جگہ یہ تجلّی عظیم ظاہر ہو جاتی ہے اور کسی معاملہ میں اُن کا حُسن جوش میں آتا ہے اور اپنی چمک دکھلاتا ہے تب اس چمک کی طرف ذرّاتِ عالم کھنچے جاتے ہیں اور غیر ممکن باتیں وقوع میں آتی ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں معجزہ کہتے ہیں۔ مگر یہ جوشِ روحانی ہمیشہ اور ہر جگہ ظہور میں نہیں آتا اور تحریکات خارجیہ کا محتاج ہوتا ہے۔ یہ اس لئے کہ جیسا کہ خدائے کریم بے نیاز ہے اس نے اپنے برگزیدوں میں بھی بے نیازی کی صفت رکھ دی ہے۔ سو وہ خدا کی طرح سخت بے نیاز ہوتے ہیں اور جب تک کوئی پوری خاکساری اور اخلاص کے ساتھ اُن کے رحم کے لئے ایک تحریک پیدا نہ کرے وہ قوت اُن کی جوش نہیں مارتی اور عجیب تر یہ کہ وہ لوگ تمام دنیا سے زیادہ تر رحم کی قوت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ مگر اُس کی تحریک اُن کے اختیار میں نہیں ہوتی گو وہ بارہا چاہتے بھی ہیں کہ وہ قوت ظہور میں آوے مگر بجز ارادہ الٰہیہ کے ظاہر نہیں ہوتی۔ بالخصوص وہ منکروں اور منافقوں اور سُست اعتقاد لوگوں کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے اور ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح اُن کو سمجھتے ہیں اور وہ بے نیازی ان کی ایک ایسی شان رکھتی ہے جیسا کہ ایک معشوق نہایت خوبصورت برقع میں اپنا چہرہ چھپائے رکھے۔ اور اسی بے نیازی کا ایک شعبہ یہ ہے کہ جب کوئی شریر انسان اُن پر بدظنّی کرے تو بسا اوقات بے نیازی کے جوش سے اُس بدظنّی کو اَور بھی بڑھا دیتے ہیں۔ کیونکہ تخلّق باخلاق اللہ رکھتے ہیں۔

.....جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ کوئی معجزہ اُن سے ظاہر ہو تو اُن کے دلوں میں ایک جوش پیدا کر دیتا ہے اور ایک امر کے حصول کے لئے سخت کرب اور قلق اُن کے دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے۔ تب وہ بے نیازی کا برقع اپنے مُنہ پر سے اُتار لیتے ہیں اور وہ حُسن اُن کا جو بجز خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں دیکھتا وہ آسمان کے فرشتوں پر اور ذرّہ ذرّہ پر نمودار ہو جاتا ہے۔ اور اُن کا مُنہ پر سے برقعہ اٹھانا یہ ہے کہ وہ اپنے کامل صدق اور صفا کے ساتھ اور اس رُوحانی حُسن کے ساتھ جس کی وجہ سے وہ

خدا کے محبوب ہو گئے ہیں اس خدا کی طرف ایک ایسا خارق عادت رجوع کرتے ہیں اور ایک ایسے اقبال علی اللہ کی اُن میں حالت پیدا ہو جاتی ہے جو خدا تعالیٰ کی فوق العادت رحمت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور ساتھ ہی ذرّہ ذرّہ اس عالم کا کھنچا چلا آتا ہے۔ اور اُن کی عاشقانہ حرارت کی گرمی آسمان پر جمع ہوتی اور بادلوں کی طرح فرشتوں کو بھی اپنا چہرہ دکھا دیتی ہے اور اُن کی دردیں جو رعد کی خاصیت اپنے اندر رکھتی ہیں ایک سخت شور ملاء اعلیٰ میں ڈال دیتی ہیں۔ تب خدا تعالیٰ کی قدرت سے وہ بادل پیدا ہو جاتے ہیں جن سے رحمتِ الٰہی کا وہ مینہہ برستا ہے جس کی وہ خواہش کرتے ہیں۔ اُن کی روحانیت جب اپنے پورے سوز و گداز کے ساتھ کسی عقدہ کشائی کے لئے توجہ کرتی ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ بباعث اس کے جو خدا سے ذاتی محبت رکھتے ہیں محبوبانِ الٰہی میں داخل ہوتے ہیں۔ تب ہر ایک چیز جو خدا تعالیٰ کے زیرِ حکم ہے۔ اُن کی مدد کے لئے جوش مارتی ہے (کافر اور دشمن بھی ایک قسم کی اُن کی مدد کرتے ہیں کہ ایذاء اور ظلم کے ساتھ اُن کے دل کو دُکھ دیتے اور ان کی روحانیت کو جوش میں لاتے ہیں۔ تا دلِ مرد خدا نامد بدرد ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد) اور رحمتِ الٰہی محض اُن کی مراد پوری کرنے کے لئے ایک خلق جدید کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ اور وہ امور ظاہر ہوتے ہیں جو اہل دنیا کی نظر میں غیر ممکن معلوم ہوتے ہیں اور جن سے سفلی علوم محض نا آشنا ہیں۔ ایسے لوگوں کو خدا تو نہیں کہہ سکتے مگر قرب اور علاقۂ محبت اُن کا کچھ ایسا صدق و صفا کے ساتھ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے گویا خدا اُن میں اُتر آتا ہے۔ اور آدم کی طرح خدائی رُوح اُن میں پھونکی جاتی ہے مگر یہ نہیں کہ وہ خدا ہیں لیکن درمیان میں کچھ ایسا تعلّق ہے جیسا کہ لوہے کو جب کہ سخت طور پر آگ سے افروختہ ہو جائے اور آگ کا رنگ اُس میں پیدا ہو جائے آگ سے تعلّق ہوتا ہے۔ اس صورت میں تمام چیزیں جو خدا تعالیٰ کے زیرِ حکم ہیں اُن کے زیرِ حکم ہو جاتی ہیں۔ اور آسمان کے ستارے اور سورج اور چاند سے لے کر زمین کے سمندروں اور ہوا اور آگ تک اُن کی آواز کو سُنتے اور ان کو شناخت کرتے اور اُن کی خدمت میں لگے رہتے ہیں اور ہر ایک چیز طبعاً اُن سے پیار کرتی ہے اور عاشق صادق کی طرح اُن کی طرف کھنچی جاتی ہے۔ بجز شریر انسانوں کے جو شیطان کی اوتار ہیں۔ عشق مجازی تو ایک منحوس عشق ہے کہ ایک طرف پیدا ہوتا اور ایک طرف مر جاتا ہے۔ اور نیز اس کی بناء اُس حُسن پر ہے جو قابلِ زوال ہے۔ اور نیز اس حُسن کے اثر کے نیچے آنے والے بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ مگر یہ کیا حیرت انگیز نظارہ ہے کہ وہ حسن روحانی جو حُسن معاملہ اور صدق و صفا اور محبت الٰہیہ کی تجلّی کے بعد انسان میں پیدا ہوتا ہے اس میں ایک عالمگیر کشش پائی جاتی ہے وہ مستعد دلوں کو اس طرح اپنی طرف کھینچ لیتا ہے کہ جیسے شہد چیونٹیوں کو۔ اور نہ صرف انسان بلکہ عالم کا ذرّہ ذرّہ اس کی کشش سے متاثر ہوتا ہے۔ صادق المحبت انسان جو سچی محبت خدا تعالیٰ سے رکھتا ہے وہ وہ یوسف ہے جس کے لئے ذرّہ ذرّہ اس عالم کا زلیخا صفت ہے۔ اور ابھی حسن اس کا اس عالم میں ظاہر نہیں کیونکہ یہ عالم اس کی برداشت نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ اپنی پاک کتاب میں جو فرقان مجید ہے فرماتا ہے کہ مومنوں کا نور اُن کے چہروں پر

دوڑتا ہے۔اور مومن اس حُسن سے شناخت کیا جاتا ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں نور ہے۔
اور مجھے ایک دفعہ عالمِ کشف میں پنجابی زبان میں اِسی علامت کے بارہ میں یہ موزون فقرہ سُنایا گیا۔ ''عشق الٰہی وَسّے مُنہ پر ولیاں ایہہ نشانی''، مومن کا نور جس کا قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے وہ وہی روحانی حُسن و جمال ہے جو مومن کو وجود رُوحانی کے مرتبہ ششم پر کامل طور پر عطا کیا جاتا ہے۔ جسمانی حُسن کا ایک شخص یا دو شخص خریدار ہوتے ہیں مگر یہ عجیب حسن ہے جس کے خریدار کروڑ ہا رُوحیں ہو جاتی ہیں۔ اِسی روحانی حُسن کی بناء پر بعض نے سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی نعت میں یہ شعر کہے ہیں اور اُن کو ایک نہایت درجہ حسین اور خوبصورت قرار دیا ہے اور وہ اشعار یہ ہیں۔

آں تُرک عجم چوں زمئے عشق طرب کرد — غارت گر مئے کوفہ و بغداد و حلب کرد
صد لالہ رُخے بود بصد حُسن شگفتہ — نازاں ہم را زیر قدم کرد عجب کرد

اور شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے بھی اس بارہ میں ایک شعر کہا ہے جو حسن روحانی پر بہت منطبق ہوتا ہے اور وہ یہ ہے۔

صورت گر دیبائے چیں رو صورتِ زیباش بیں — یا صورتے برکش چنیں یا توبہ کن صورت گری

اب یہ بھی یادر ہے کہ بندہ تو حسن معاملہ دکھلا کر اپنے صدق سے بھری ہوئی محبت ظاہر کرتا ہے مگر خدا تعالیٰ نے اس کے مقابلہ پر حد ہی کر دیتا ہے اسی تیز رفتار کے مقابل پر برق کی طرح اس کی طرف دوڑتا چلا آتا ہے اور زمین و آسمان سے اس کے لئے نشان ظاہر کرتا ہے

اور اس کے دوستوں کا دوست اور اس کے دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے اور اگر پچاس کروڑ انسان بھی اُس کی مخالفت پر کھڑا ہو تو ان کو ایسا ذلیل اور بے دست و پا کر دیتا ہے جیسا کہ ایک مرا ہوُا کیڑا۔

اور محض ایک شخص کی خاطر کے لئے ایک دنیا کو ہلاک کر دیتا ہے

اور اپنی زمین وآسمان کو اس کے خادم بنا دیتا ہے

اور اس کے کلام میں برکت ڈال دیتا ہے

اور اس کے تمام در و دیوار پر نور کی بارش کرتا ہے

اور اُس کی پوشاک اور اُس کی خوراک میں اور اس مٹی میں بھی جس پر اس کا قدم پڑتا ہے ایک برکت رکھ دیتا ہے

اور اس کو نامراد ہلاک نہیں کرتا

اور ہر ایک اعتراض جو اس پر ہو اُس کا آپ جواب دیتا ہے۔

وہ اس کی آنکھیں ہو جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے

اور اس کے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سُنتا ہے

اور اس کی زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے
اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے
اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ دشمنوں پر حملہ کرتا ہے۔
وہ اس کے دشمنوں کے مقابل پر آپ نکلتا ہے اور شریروں پر جو اس کو دُکھ دیتے ہیں آپ تلوار کھینچتا ہے۔
ہر میدان میں اس کو فتح دیتا ہے
اور اپنی قضا و قدر کے پوشیدہ راز اس کو بتلاتا ہے۔

غرض پہلا خریدار اس کے رُوحانی حسن و جمال کا جو حُسنِ معاملہ اور محبتِ ذاتیہ کے بعد پیدا ہوتا ہے خدا ہی ہے۔ پس کیا ہی بدقسمت وہ لوگ ہیں جو ایسا زمانہ پاویں اور ایسا سورج اُن پر طلوع کرے اور وہ تاریکی میں بیٹھے رہیں۔''

[براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ ص ۲۱۹ تا ۲۲۵]

یہ سچے وعدوں والا خدا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بے انتہا رؤیا، الہامات، پیش خبریاں ہیں جنہیں ہم نے نہ صرف پورا ہوتے دیکھا ہے بلکہ کئی کئی مرتبہ پورا ہوتے دیکھا ہے۔ مثلاً سَحِّقْهُمْ تَسْحِيقًا کا نشان ہی ہے جس کی وجہ سے ہم نے کئی دفعہ دشمن کو پستے دیکھا ہے، اس کی خاک اڑتے دیکھی، اس کی نسلوں پر بھی وبال آتے دیکھے۔ تو کئی ایسے نشانات ہیں جن سے ہمارے ایمانوں کو ہمیشہ تقویت ملی ہے اور آپ کی پیشگوئیوں پر ایمان اور یقین بڑھتا ہی چلا گیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی یہ پوری ہوں گی اور پوری ہوتی چلی جائیں گی۔ لیکن جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جلد بازی سے کام نہ لو۔ یہ نشان اپنے وقت پر پورا ہوتا چلا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ مَیں آؤں گا اور ضرور آؤں گا۔ یہ سچے وعدوں والا خدا ہے اور جب اس نے کہہ دیا کہ مَیں دشمن کو گھیروں گا تو وہ ضرور گھیرے گا اور ضرور گھیرے گا اور دنیا کی کوئی طاقت اس کے وعدوں کو ٹال نہیں سکتی۔ ہاں ایک شرط ہے کہ ہم سچے دل سے اس پر ایمان لے آئیں، اسی کے ہو جائیں۔ اس کا خوف، اس کی خشیت ہم پر طاری ہو۔ ہر معاملہ میں تقویٰ ہمارا اوڑھنا بچھونا ہو تا کہ ہماری کمزوریوں کی وجہ سے خدائی وعدے مؤخر نہ ہو جائیں۔''

[خطبہ جمعہ 25/جولائی 2003ء]

کتب حضرت مسیح موعودؑ کی اہمیت

اس وقت جو ضرورت ہے وہ یقیناً سمجھ لو سیف کی نہیں بلکہ قلم کی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

''میرے پیارے دوستو! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے سچا جوش آپ لوگوں کی ہمدردی کے لئے بخشا ہے اور ایک سچی معرفت آپ صاحبوں کی زیادت ایمان و عرفان کے لئے مجھے عطا کی گئی ہے اس معرفت کی آپ کو اور آپ کی ذُرّیّت کو نہایت ضرورت ہے۔ سو میں اس لئے مستعد کھڑا ہوں۔''

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۱۶)

''اس وقت جو ضرورت ہے وہ یقیناً سمجھ لو۔ سیف کی نہیں بلکہ قلم کی ہے۔ ہمارے مخالفین نے اسلام پر جو شبہات وارد کئے ہیں اور مختلف سائنسوں اور مکائد کی رو سے اللہ تعالیٰ کے سچے مذہب پر حملہ کرنا چاہا ہے۔ اس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدان کارزار میں اُتروں اور اسلام کی رُوحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھلاؤں۔ میں کب اس میدان کے قابل ہو سکتا تھا۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کی بے حد عنایت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ میرے جیسے عاجز انسان کے ہاتھ سے اس کے دین کی عزت ظاہر ہو.......... اور خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا کہ میں ان خزائن مدفونہ کو دنیا پر ظاہر کروں اور ناپاک اعتراضات کا کیچڑ جو ان دَرَخشاں جواہرات پر تھوپا گیا ہے۔ اس سے ان کو پاک صاف کروں۔ خدا تعالیٰ کی غیرت اس وقت بڑی جوش میں ہے کہ قرآن شریف کی عزت کو ہر ایک خبیث دشمن کے داغ اعتراض سے مُنَزَّہ و مُقَدّس کرے۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 38 مطبوعہ ربوہ)

قلم تھک جایا کرتی ہے مگر اندر جوش نہیں تھکتا

''میں تو ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتا اگر خدا تعالیٰ کی طاقت میرے ساتھ نہ ہو۔ بارہا لکھتے لکھتے دیکھا ہے ایک خدا کی روح ہے جو تیر رہی ہے قلم تھک جایا کرتی ہے مگر اندر جوش نہیں تھکتا طبیعت محسوس کیا کرتی ہے کہ ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 483 مطبوعہ ربوہ)

وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں

''مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیحؑ کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے مُنہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور

بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لئے آب حیات کا حکم رکھتی ہے دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اس سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا زمین پر اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا۔ سو تم مقابلہ کے لئے جلدی نہ کرو اور دیدہ و دانستہ اس الزام کے نیچے اپنے تئیں داخل نہ کرو جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے........:بنی اسرائیل: 47) ا بدظنی اور بدگمانی میں حد سے زیادہ مت بڑھو ایسا نہ ہو کہ تم اپنی باتوں سے پکڑے جاؤ اور پھر اس دکھ کے مقام میں تمہیں یہ کہنا پڑے کہ مَالَنَا لَانَرٰی رِجَالًا کُنَّا نَعُدُّھُمْ مِنَ الْاَشْرَارِ۔(ص :62) (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 104)

حضرت مسیح موعودؑ کی جواہرات تحقیق وتدقیق سے پُر تحریریں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

''ہماری دینی تالیفات جو جواہراتِ تحقیق اور تدقیق سے پُر اور حق کے طالبوں کو راہِ راست پر کھینچنے والی ہیں جلدی سے اور نیز کثرت سے ایسے لوگوں کو پہنچ جائیں جو بری تعلیموں سے متاثر ہو کر مہلک بیماریوں میں گرفتار یا قریب قریب موت کے پہنچ گئے ہیں اور ہر وقت یہ امر ہماری مدنظر رہنا چاہئے کہ جس ملک کی موجودہ حالت ضلالت کے سمِ قاتل سے نہایت خطرہ میں پڑ گئی ہو بلا توقف ہماری کتابیں اس ملک میں پھیل جائیں اور ہر ایک متلاشی حق کے ہاتھ میں وہ کتابیں نظر آویں۔'' (فتح......، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 27)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں:۔

''اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم نے مرزا صاحب کو امام مانا۔ صادق سمجھا۔ بہت اچھا کیا۔لیکن کیا اس غرض و غایت کو سمجھا کہ امام کیوں آیا ہے؟ وہ دنیا میں کیا کرنا چاہتا ہے؟ اس کی غرض یا اس کا مقصد میری تقریروں سے یا مولوی عبدالکریم کے خطبوں سے یا کسی اور کی مضمون نویسیوں سے معلوم نہیں ہوسکتی۔ اور نہ ہم اس غرض اور مقصد کو پورے طور پر بیان کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اور نہ ہمارے بیان میں وہ زور اور اثر ہوسکتا ہے جو خود اس رسالت کے لانے والے کے بیان میں ہے۔ پھر اس کے معلوم کرنے کو تو خود اس کے منہ سے کچھ سننا چاہئے۔ اور یہ اس کی صحبت سے معلوم ہوگا۔''

(حقائق الفرقان جلد 2 صفحہ 314)

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔''آپ میں سے کوئی یہ مت خیال کرے کہ میں اپنے طور پر ہی بغیر کسی سے علم سیکھے اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کے پڑھے بغیر قرآن کریم کے معارف سے آگاہ ہو جاؤں گا۔''

(انوار العلوم جلد 4 صفحہ 132)

''تم بے شک ظاہری علوم پڑھو مگر دین کا علم ضرور حاصل کرو اور اپنے اندر دین کی باتیں سمجھنے اور اخذ کرنے کا ملکہ پیدا کرو۔

اس کے لئے ایک تو قرآن کریم سیکھو اور دوسرے حضرت صاحبؑ کی کتابیں پڑھو۔ اور خوب یاد رکھو کہ حضرت صاحبؑ کی کتابیں قرآن کی تفسیر ہیں۔'' (انوار العلوم جلد 5 صفحہ 447)

''اس زمانہ کے لئے علوم قرآنیہ کا ماخذ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعودؑ اور مہدی مسعود کی ذات علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے جس نے قرآن کے بلند و بالا درخت کے گرد سے جھوٹی روایات کی اکاس بیل کو کاٹ کر پھینکا اور خدا سے مدد پا کر اس جنتی درخت کو سینچا اور پھر سرسبز و شاداب ہونے کا موقعہ دیا۔ الحمدللہ ہم نے اس کی رونق کو دوبارہ دیکھا اور اس کے پھل کھائے اور اس کے سائے کے نیچے بیٹھے۔ مبارک وہ جو قرآنی باغ کا باغبان بنا۔ مبارک وہ جس نے اسے پھر سے زندہ کیا۔ اور اس کی خوبیوں کو ظاہر کیا۔ مبارک وہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا اور خدا تعالیٰ کی طرف چلا گیا۔ اس کا نام زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔'' (تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ ج)

پھر فرمایا:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود سے دنیا میں جو بہت سی برکات ظاہر ہوئی ہیں ان میں سے ایک بڑی برکت آپ کا طرز تحریر بھی ہے۔ جس طرح حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے الفاظ جو ان کے حواریوں نے جمع کئے ہیں یا کسی وقت بھی جمع ہوئے ان سے آپ کا خاص طرز انشاء ظاہر ہوتا ہے اور بڑے بڑے ماہرین تحریر اس کی نقل کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طرزِ تحریر بھی بالکل جداگانہ ہے اور اس کے اندر اس قسم کی روانی، زور اور سلاست پائی جاتی ہے کہ باوجود سادہ الفاظ کے باوجود اس کے کہ وہ ایسے مضامین پر مشتمل ہے جن سے عام طور پر دنیا ناواقف نہیں ہوتی اور باوجود اس کے کہ انبیاء کا کام مبالغہ، جھوٹ اور نمائشی آرائش سے خالی ہوتا ہے اس کے اندر ایک ایسا جذب اور کشش پائی جاتی ہے کہ جُوں جُوں انسان اسے پڑھتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے الفاظ سے بجلی کی تاریں نکل نکل کر جسم کے گرد لپٹتی جارہی ہیں اور جس طرح جب ایک زمیندار گھاس والی زمین پر ہل چلانے کے بعد سہاگہ پھیرتا ہے تو سہاگہ کے اردگرد گھاس لپٹتا جاتا ہے اسی طرح معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر انسانوں کے قلوب کو اپنے ساتھ لپیٹتی جارہی ہے۔ اور یہ انتہاء درجہ کی ناشکری اور بے قدری ہوگی اگر ہم اس عظیم الشان طرز تحریر کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے طرز تحریر کو اس کے مطابق نہ بنائیں۔ میں تو عام طور پر دیکھتا ہوں کہ دانستہ یا نادانستہ طور پر دنیا اس طرز تحریر کو قبول کرتی جارہی ہے۔ جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اردو میں کتابیں لکھنی شروع کیں اس وقت تحریر کا رنگ ایسا تھا کہ آج اسے پڑھنا اور برداشت کرنا سخت مشکل ہے۔ مگر آہستہ آہستہ زمانہ کی تحریر بھی اسی رنگ میں ڈھل گئی جس رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے ڈھالا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ سلسلہ کے نوجوان مصنف اور محرر اپنی تحریریں ایسے رنگ میں لکھتے ہیں جو اس زمانہ کے اوباشانہ مصنفوں سے تو مشابہت رکھتا ہے مگر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر سے مشابہت نہیں رکھتا۔ میں کئی ایک کی تحریروں کو جب دیکھتا ہوں تو وہ ایسی ہوتی ہیں کہ اگر نیچے سے نام کاٹ دیا جائے تو میں بے تکلفی سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی تحریر ہے مگر اپنے ذہن کو انتہائی ذہول میں ڈال کر بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر کے رنگ میں ہے کیونکہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک کے اندر ایک رنگ کی چستی تو نظر آئے گی مگر روحانیت نہیں ہوگی۔ ہنسی اور استہزاء کا پہلو تو ہوگا سنجیدگی اور وقار نہیں ہوگا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر پُرزور ہونے کے علاوہ سنجیدگی اور وقار سے باہر نہیں جاتی۔ پرانے زمانہ میں کبھی کبھی آپ نے دوسروں کے اشعار بھی نقل کئے ہیں مگر ایسے برجستہ کہ شوخی نام کو نہیں بلکہ درد اور سوز کو قائم رکھا ہے۔ پس میں اپنی جماعت کے مضمون نگاروں اور مصنفوں سے کہتا ہوں کسی کی فتح کی علامت یہ ہے کہ اس کا نقش دنیا میں قائم ہو جائے۔ پس جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نقش قائم کرنا جماعت کے ذمے ہے، آپ کے اخلاق کو قائم کرنا اس کے ذمہ ہے، آپ کے دلائل کو قائم رکھنا ہمارے ذمہ ہے، آپ کی قوت قدسیہ اور قوت اعجاز کو قائم کرنا جماعت کے ذمہ ہے، آپ کے نظام کو قائم کرنا جماعت کے ذمہ ہے وہاں آپ کے طرز تحریر کو قائم رکھنا بھی جماعت کے ذمہ ہے۔ اور یہ مصنفوں اور مضمون نگاروں کا کام ہے۔ باقی جماعتیں تو اپنی ذمہ داریوں کو اختیار کئے ہوئے ہیں اور ایک حد تک ان پر کاربند بھی ہیں مگر مصنف اور مضمون نگار ابھی اس طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ چاہئے کہ ہماری تحریرات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رنگ میں رنگین ہوں تا آئندہ یہ سلسلہ ایسے رنگ میں جاری ہو کہ یہ بھی آپ کی ایک نشانی سمجھی جائے۔ عیسائیت کا طرز تحریر ساری دنیا سے جداگانہ ہے۔ اور عیسائی لٹریچر کی بنیاد انجیل پر ہے۔ عیسائی سکولوں میں اناجیل کے بعض حصے ایسے رنگ میں پڑھائے جاتے ہیں کہ نوجوانوں کو اس طرز تحریر اور زبان سے مناسبت پیدا ہو جائے۔ ہمارے مضمون نگاروں اور مصنفوں کو بھی چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کو ایسے رنگ میں پڑھیں کہ اس طرز کی نقل کر سکیں۔ اور اس لٹریچر کی نقل کرنے کی کوشش نہ کریں جس میں شوخی اور ہنسی کا پہلو ہو تا کہ وہ دو خدمتیں بجا لانے والے ہوں۔ ایک خدمت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دلائل کے قیام کی اور دوسری آپ کے طرز تحریر کو جاری کرنے کی۔ موجودہ صورت میں وہ ایک رنگ میں تو خدمت کر رہے ہیں۔ یعنی سلسلہ کے دلائل کو قائم کر رہے ہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طرز تحریر کو چھوڑ کر دوسرے رنگ میں حملہ کر رہے ہیں کیونکہ وہ اپنے عمل سے بتا رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طرز تحریر نہیں بلکہ مولوی ثناء اللہ وغیرہ کا طرز تحریر قابل تقلید ہے جس میں دوسروں کو گالیاں دینا یا تھوڑی دیر کے لئے ہنسا لینا مدنظر ہوتا ہے۔ پس ہمارے اخبار نویسوں، رسالہ نویسوں اور کتابیں لکھنے والوں کو چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طرز تحریر کی نقل کریں۔ میں نے ہمیشہ یہ قاعدہ رکھا ہے خصوصاً شروع میں جب مضمون لکھا کرتا تھا۔ پہلا مضمون جو میں نے تشحیذ میں لکھا وہ لکھنے سے قبل میں

نے حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کو پڑھا تا اس رنگ میں لکھ سکوں اور آپ کی وفات کے بعد جو کتاب میں نے لکھی اس سے پہلے آپ کی تحریروں کو پڑھا اور میرا تجربہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس سے میری تحریر میں ایسی برکت پیدا ہوئی کہ ادیبوں سے بھی میرا مقابلہ ہوا اور اپنی قوت ادبیہ کے باوجود انہیں نیچا دیکھنا پڑا۔

حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر اپنے اندر ایسا جذب رکھتی ہے کہ اس کی نقل کرنے والے کی تحریر میں بھی دوسرے سے بہت زیادہ زور اور کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ مسیح ناصری تو دنیا کے لٹریچر کا رنگ بدل دے مگر مسیح محمدی نہ بدلے۔ اگر انجیل نے انیس سو سال تک دنیا کے لٹریچر کا رنگ بدلا ہے تو مسیح محمدی اس سے بہت زیادہ عرصہ تک بدلے گا۔ مگر اس کی طرف پہلا قدم اٹھانا ہمارا کام ہے۔ اگر ہمارا طرز تحریر وہی ہو جو حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے تو پھر دیکھو کتنا اثر ہوتا ہے۔ دلائل بھی بے شک اثر کرتے ہیں مگر سوز اور درد ان سے بہت زیادہ اثر کرتا ہے اور حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات میں دلائل کے ساتھ ساتھ درد اور سوز پایا جاتا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایسا پانی ہے جس میں ہلکی سی شیرینی ملی ہوئی ہے۔ وہ بے شک شربت نہیں لیکن ہم اسے عام پانی بھی نہیں کہہ سکتے۔ وہ پانی کی تمام خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے مگر دوسری طرف پانی سے زائد خوبیاں بھی اس کے اندر موجود ہیں اور میں سمجھتا ہوں جو کام اس وقت ہمارے مصنف اور محرر کر رہے ہیں اس سے دوگنا کر سکتے ہیں اگر حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے طرز تحریر کو اختیار کریں۔ اس وقت پرانے لوگوں کا طرز تحریر اور ہے اور نئے لوگوں کا اور۔ ہر ایک کا جداگانہ طرز ہے اور ہر شخص اپنے رنگ میں چل رہا ہے جس سے قومی لٹریچر کی بنیاد قائم نہیں ہو سکتی۔ اگر قومی حیثیت سے جماعت کسی طرز تحریر کو اختیار کر سکتی ہے تو وہ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا طرز تحریر ہے۔ اس کو چھوڑ کر اگر ہر کوئی اپنا جداگانہ طریق اختیار کرے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جماعت کسی کی بھی نقل نہیں کرے گی کیونکہ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی اور کی یہ پوزیشن نہیں کہ جماعت اس کی نقل کرے۔ اگر ہر ایک کی طرز تحریر علیحدہ ہو تو سلسلہ کا طرز تحریر کوئی نہ ہوگا حالانکہ ہونا یہ چاہئے کہ ہمارے مصنف کی تصنیف کو پڑھ کر خواہ وہ مذہبی ہو یا سیاسی یا ادبی یا کسی اور موضوع پر ہو نوے فیصدی یہ پتہ لگ جائے کہ یہ کسی احمدی کی تصنیف ہے۔ اس کے اندر سنجیدگی، وقار، سلاست اور روانی ایک جگہ جمع ہونی چاہئے۔ اس کے اندر ایک طرف امید کو بڑھایا جائے تو دوسری طرف خشیت پیدا کرنے کا خیال رکھا جائے یہ نہیں کہ ایک چیز کو بڑھایا اور دوسری کو مٹا دیا جائے۔ وہ ایک ایسی نہر کی طرح ہو جو باغ کے درمیان میں سے گزرتی ہے اور دائیں بائیں دونوں طرف سیراب کرتی ہے۔ اس کے کناروں پر درخت ہیں جس کے سایہ میں لوگ آرام کرتے ہیں۔ اگر ہمارے دوست ایسی طرز تحریر اختیار کریں تو تھوڑے ہی عرصہ میں اگر دنیا اس کی نقل نہ کرے تو کم از کم محسوس ضرور کرنے لگ جائے گی کہ یہ نیا طرز تحریر

ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا میں قائم کیا ہے اور یہ صورت یقیناً ہمارے لئے زیادہ بابرکت، زیادہ مفید اور زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہوگی یہ معمولی بات نہیں ہے۔ اس موقع پر میں مثالیں دے کر نہیں سمجھا سکتا۔ اس کا آسان گر یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی کتاب کو اٹھاؤ اور اس کے دس صفحے پڑھ جاؤ پھر آج کل کے کسی احمدی مصنف کی کتاب کے دس صفحے پڑھو صاف پتہ لگ جائے گا کہ نمایاں فرق ہے۔ لیکن اگر کسی میری تصنیف کے دس صفحے پڑھو تو صاف معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طرز تحریر کی نقل ہے کیونکہ میں نے جس وقت سے قلم اٹھایا ہے ہمیشہ اس بات کو مدنظر رکھا ہے سوائے کسی خاص موقع کے جہاں کوئی اور بات مدنظر ہو اور روانی اور سلاست وغیرہ مدنظر نہ ہوں جسے عام کتابوں اور تحریروں میں شامل نہیں کیا جا سکتا بلکہ جداگانہ موقع اور محل ہوتا ہے۔ ایسی تحریروں کو چھوڑ کر باقی کو اگر کوئی مبصر پڑھے تو صاف معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرز تحریر کی نقل کی ہے۔ مگر جدید مصنفوں کی تحریروں میں یہ بات نہیں بلکہ ان کی طرز ایسی ہے کہ معلوم ہوتا ہے دوسروں کو ہنسانا یا ڈرانا مدنظر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کی روانی کی مثال ایسی ہے جیسے پہاڑوں پر برسا ہوا پانی بہتا ہے بظاہر اس کا کوئی رخ معلوم نہیں ہوتا مگر وہ خود اپنا رخ بناتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں میں الٰہی جلال ہے اور وہ تصنع سے بالا ہے۔ جس طرح پہاڑوں کے قدرتی مناظر ان تصویروں سے کہیں زیادہ دلفریب ہوتے ہیں جو انسان سالہا سال کی محنت سے تیار کر کے میوزیم میں رکھتا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارت بھی سب سے فائق ہے۔ انسان کتنی محنت سے پہاڑ کی تصویر تیار کرتا ہے مگر کیا وہ پہاڑ کے اصل نظاروں کا کام دے سکتی ہے۔ لاکھوں روپیہ کے صرف سے سمندروں کی تصویریں تیار کی جاتی ہیں۔ مگر سمندر جوش میں ہو تو کیا اس وقت کے نظاروں کا کام تصویر دے سکتی ہے۔ تصویر کے اندر نہ وہ دل کشی ہو سکتی ہے اور نہ ہیبت و شوکت۔ اسی طرح باقی سب تحریریں تصویریں ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات قدرتی نظارہ۔ اس لئے اگر خدا تعالیٰ توفیق دے تو خدائی نظارہ کی نقل کرو تا تمہارا اپنا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا قانون دنیا میں پھیلے۔ ابھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قُرب کا زمانہ ہے اس وقت کئی باتیں قومی شعار بنائی جا سکتی ہیں جن کا بعد میں بنانا مشکل ہوگا۔ کیونکہ ایک تو دور دراز مقامات اور ممالک میں جماعتیں پھیل جائیں گی اور دوسرے لوگ بھی ایک رنگ کے عادی ہو جائیں گے۔

(خطبات محمود جلد 13 صفحہ 217 تا 221)

[باقی آئندہ شمارے میں]

یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

قومی ترقی و ترجیحات کا درد مندانہ اظہار

از: پروفیسر منور شمیم خالد صاحب

وطن عزیز پاکستان کے ''آبی ذخائر اور وسائل'' جیسے اہم قومی موضوع پر سابق چیف انجینئرنگ ایڈوائزر جناب ملک طاہر احمد صاحب کا حالیہ لیکچر زیر اہتمام بزم علم و ادب انصاراللہ پاکستان معلومات افزاء کے علاوہ حوصلہ افزاء بھی تھا کیونکہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ موجودہ حکومت اپنے ۱۵ کروڑ پاکستانیوں کی بنیادی ضروریات (خوراک و توانائی) کو پیشِ نظر رکھ کر مزید ڈیم بنانے کی سنجیدہ منصوبہ بندی کر رہی ہے۔ کالا باغ ڈیم کی فزیبلٹی رپورٹ/تحقیقی کام مکمل ہو چکا ہے۔ نیز بعض دوسرے آبی ذخیروں کے منصوبے زیر غور ہیں۔ الحمدللہ یہ بہت خوش کن پیش رفت ہے ورنہ اب تک کی تلخ حقیقت تو یہی تھی کہ صدر ایوب خان کے بعد کی حکومتوں نے قومی ضروریات/ترجیحات کو پیش نظر رکھ کر لانگ ٹرم ڈویلپمنٹ پالیسز بنا کر بروئے کار لانے کی سر درد مول ہی نہیں لی۔ لیکن موجودہ حکومت نے مزید ڈیم بنانے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اور انشاءاللہ اب ساتویں (تربیلا ڈیم) کے بعد آٹھواں بلکہ نواں اور دسواں ڈیم بھی بنے گا جو ہماری تیزی سے بڑھنے والی آبادی کی مستقبل کی ضروریات پوری کریں گے۔ فاضل مقرر نے جب یہ فرمایا کہ پانی کے وسائل اور ذخائر سے فائدہ اُٹھا کر جو بجلی پیدا کی جائے گی وہ پڑول، گیس کوئلہ سے بنائی گئی بجلی سے بہت سستی پڑے گی اور سستی بجلی سے ٹھوس اقتصادی ترقی ممکن ہوگی اور قومی خوشحالی کا خواب شرمندہ تعبیر ہوگا۔ قومی خوشی اور خوشحالی کے نیک حوالہ سے ذہن پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نوبیل لارئیٹ کی پچاس سالہ طویل کوششوں' کاوشوں اور ان کی سائینسی منصوبوں کی طرف خاص طور پر ایٹمی سائنس کو وہ ملکوں اور قوموں'...... خصوصاً...... غریب لوگوں کی زندگی میں جدید سائنسی سہولتیں اور آسائش ممکن بنا کر اُنہیں بلند معیار زندگی پر لاسکیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام اپنے

نام کے عملی مفہوم کے پیغامبر تھے جو ساری دنیا کے انسانوں کو امن سلامتی اور اقتصادی / مادی خوشحالی عطا کرنا چاہتے تھے۔ انہیں علم تھا کہ غربت اور بھوک انسان کو حالت کفر میں گرا دینے کا باعث بنتی ہے۔

لہٰذا انسانوں کو اس نچلی حالت تک گرنے سے بچانے کے لئے سائنس کے علم کو اس پرامن مقاصد کے لئے بروئے کار لایا جائے کہ عوام کی زندگی میں جدید سہولیات کا استعمال ممکن ہو۔ ۱۹۵۵ء میں جبکہ ڈاکٹر عبدالسلام کی عمر ابھی تیس سال سے بھی کم تھی اور آپ انگلستان کے سینٹ جان کیمرج کالج میں سربراہ شعبہ تھے انہیں اپنے نام سے ہم آہنگ ایک عالمی علمی خدمت کے لئے منتخب کیا گیا۔ یعنی آپ کو اقوام متحدہ کی ایٹمی توانائی برائے پُرامن مقاصد کانفرس جینوا کے سائنٹیفک سیکرٹری بنایا گیا تو ان نئی عالمی ذمہ داریوں کے ساتھ جب آپ پہلی مرتبہ پاکستان تشریف لائے تو اپنے آبائی شہر جھنگ مگھیانہ اور اپنے مادر علمی سکول و کالج کی کشش اُنہیں کھینچ کر وہاں لائی تو اس یادگار موقع پر ۹ ستمبر ۱۹۵۵ء کو جھنگ ڈسٹرک بورڈ ہال میں اس نابغۂ روزگار جینئس سائنسدان کے اعزاز میں ایک وسیع پیمانہ پر عصرانہ کا اہتمام کیا گیا۔ اس تقریب میں ڈاکٹر عبدالسلام نے اپنے انگریزی لیکچر میں ایٹم کی تاریخ اور اُس کی اہمیت اور طاقت پر دلچسپ اور معلومات افروز روشنی ڈالی اور سامعین کے سوالات کے جواب بھی دیئے۔ اس تقریب کی تفصیلی خبر روزنامہ ''تسنیم'' لاہور نے جھنگ مگھیانہ ڈیٹ لائن ۱۴ ستمبر ۱۹۵۵ء سے ان الفاظ میں شائع کی۔

''دنیا کے مشہور سائنسدان مسٹر آئن سٹائن کے واحد ایشیائی ساتھی جناب ڈاکٹر عبدالسلام ایم اے پی ایچ ڈی کینٹب نے امین الدین ہال جھنگ میں مقامی حکام ضلع، وکلاء اور شہر کے صاحب علم وفکر معززین کے ایک بہت بڑے اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایٹمی طاقت صرف جنگ ہی میں نہیں بلکہ پرامن مقاصد کے لئے بھی ایک نعمت ثابت ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے بتایا کہ امریکہ نے صاف شدہ یورینیم ایٹمی تجربات کے لئے پاکستان کو دیا ہے۔ اور بہت جلد پاکستان میں ایک ایٹمی ری ایکٹر بھی تعمیر کیا جائے گا۔ اس طرح طاقت کی فاضل پیداوار سے عوام کے معیار زندگی پر کافی خوشگوار اثر پڑے گا۔

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ آئندہ ساٹھ سال تک دنیا میں طاقت کے وسائل از قسم پٹرول، کوئلہ وغیرہ

بہت حد تک کمی واقع ہو جائے گی تو اُس وقت بجلی / طاقت کی تمام ضروریات ایٹمی قوت سے ہی پوری کی جائے گی- ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر کے دوران تختہ سیاہ پر سامعین کو مختلف اشکال کے ذریعہ سمجھایا کہ ایٹمی فارمولا سے کس طرح حسب ضرورت کام لیا جاسکتا ہے کس طرح ایٹم کو توڑا جا سکتا ہے۔ اور کس طرح اس سے طاقت حاصل کر کے کارخانے' فیکٹریاں اور دوسری روزمرہ کی ضروریات میں کام لایا جاسکتا ہے- آپ نے ہائیڈروجن ایٹم کے سلسلہ میں بھی وضاحت کے ساتھ اپنے تجربات کا نچوڑ بتایا اور کہا کہ روس میں ہائیڈروجن ایٹم سے متعلق بہت زیادہ کوشش سے تحقیقات جاری ہیں کیونکہ جہاں یورینیم کے حصول میں مختلف دقتیں پیش آتی ہیں- وہاں ہائیڈروجن ایٹم کی تیاری میں صرف بھاری پانی سے کام لیا جائے گا-''

استقبالیہ میں ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا تعارف کراتے ہوئے صدر جلسہ شیخ یوسف شاہ بیرسٹرایٹ لاء نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب جھنگ کے ایک متوسط و معزز گھرانہ کے ہونہار فرزند ہیں- آپ نے میٹرک سے پی ایچ ڈی تک پنجاب یونیورسٹی اور کیمرج یونیورسٹی کے سابقہ امتحانی ریکارڈ کو مات کیا ہے اور آپ پہلے واحد ایشیائی ماہر ریاضی دان ہیں جنہوں نے مغرب کے شہرہ آفاق سائنس دان مسٹر آئن سٹائن کے ساتھ کام کیا ہے- اور آجکل (یعنی ۱۹۵۵ء) آپ کیمرج یونیورسٹی میں سائنس کے پروفیسر اور بین الاقوامی ایٹم برائے امن کانفرنس جینوا کے سیکرٹری ہیں- ڈاکٹر موصوف کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ دنیا کے چیدہ دماغوں میں سے ایک بہترین دماغ کے مالک ہیں- یہ تقریب تقریباً اڑھائی گھنٹے جاری رہی''

ملک و قوم کی ترقی و خوشحالی کے لئے بے لوث جذبہ خدمت سے ترجیحات کا تعین کرنا اور بروقت فیصلوں کا نفاذ بہت ضروری ہے- اور یہ کام عزم و ہمت والی دور اندیش حکومت وقت کو کرنا ہوتا ہے- دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام اہل وطن کو اپنی خداداد صلاحیتوں کو ملک و ملت اور بنی نوع انسان کی خدمت میں بہترین طور پر استعمال کرنے کے سازگار مواقع کی توفیق دے تا کہ اُمت مسلمہ جدید علوم و فنون پر عبور حاصل کر کے دنیا میں معزز مقام و مرتبہ دوبارہ حاصل کر سکے- آمین

قراردادہائے تعزیت

بروفات مکرم محترم صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب: مجلس انصاراللہ مقامی کا یہ اجلاس محترم صاحبزادہ مرزا ادریس احمد کی المناک وفات پر گہرے دکھ اور دلی رنج والم کا اظہار کرتا ہے۔

آپ ۳۰؍اپریل ۱۹۳۶ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ ۲۶ سال کی عمر میں نظام وصیت میں شمولیت کی سعادت پائی۔ مکرم صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے برادر اکبر، حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب رحمہ اللہ اور صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ اطال اللہ بقائھا کے بڑے بیٹے، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رحمہ اللہ کے پوتے اور حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ کے نواسے تھے۔ محترم صاحبزادہ صاحب متعدد صفات حسنہ کے مالک تھے۔ مرحوم بہت حلیم الطبع ملنسار اور خلیق طبع انسان تھے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نیروبی میں ۲۹؍اپریل ۲۰۰۵ء کو خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر کیا اور فرمایا ''چند ماہ پہلے سے بیماری کا پتہ چلا۔ بڑی بہادری سے بیماری کا مقابلہ کیا۔ بےنفس اور بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔''

ہم اراکین مجلس عاملہ انصاراللہ مقامی اور تمام اراکین ربوہ کی طرف سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ ماجدہ، آپ کی اہلیہ اور بچگان اور جملہ افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرماوے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

(مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ)

مکرم میجر عبداللطیف صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ: مکرم میجر عبداللطیف صاحب مورخہ ۲۱؍مارچ ۲۰۰۵ء کو لاہور میں وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی ولادت 1915ء میں ہوئی اور قریباً سولہ سال کی عمر میں احمدیت قبول کی اور پھر تادم آخر استقامت دکھائی۔ ۱۹۳۹ء میں فوج کی ملازمت اختیار کی اور ریٹائر ہونے کے بعد عملاً خود کو خدمت دین کے لئے وقف کئے رکھا۔ دس سال سیکرٹری ضیافت ضلع لاہور رہے۔ ۱۹۹۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے بطور نائب امیر جماعت احمدیہ آپ کی نامزدگی منظور فرمائی۔ آپ نے ۱۵ سال بطور نائب امیر نہایت محنت اور مستعدی کے ساتھ خدمات سرانجام دیں۔ شعبہ مال اور دعوت الی اللہ میں آپ کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔

آپ کی شادی ۱۹۴۵ء میں محترمہ فہمیدہ صاحبہ بنت حضرت بابو اکبر علی صاحب رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ہوئی۔ یہ ساٹھ سالہ رفاقت بڑی بابرکت تھی۔ محترمہ بیگم صاحبہ نے مکرم میجر صاحب کی جماعتی خدمات میں اُن پورا ساتھ نبھایا۔ مکرم میجر صاحب کی طبیعت بڑی سادہ اور بےساختہ تھی۔ آپ خدا کے فضل سے موصی تھے اور اس لئے آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

ہم اراکین لاہور محترمہ بیگم صاحبہ اور دیگر اعزاء اور اقرباء سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ محترم میجر صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائے۔

(اراکین جماعت احمدیہ لاہور)

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی ۲۰۰۸ء کے لئے دعائیں اور عبادات

- ہر ماہ ایک نفلی روزہ رکھا جائے جس کے لئے ہر قصبہ، شہر یا محلّہ کے آخری ہفتہ میں کوئی ایک دن مقامی طور پر مقرر کیا جائے۔
- دو نفل روزانہ ادا کئے جائیں جو نماز عشاء کے بعد سے لے کر فجر سے پہلے تک یا نماز ظہر کے بعد ادا کئے جائیں۔
- سورۃ فاتحہ (روزانہ کم از کم ۷ مرتبہ پڑھیں)
- رَبَّنَا اَفۡرِغۡ عَلَیۡنَا صَبۡرًا وَّ ثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَ انۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ۔ (۲:۲۵۱) (روزانہ کم از کم ۱۱ مرتبہ پڑھیں)

(ترجمہ) اے ہمارے ربّ! ہم پر صبر نازل کر اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد کر۔

- رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ ہَدَیۡتَنَا وَ ہَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَہَّابُ (۳:۹)

(ترجمہ) اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہو اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔ (روزانہ کم از کم ۳۳ مرتبہ پڑھیں)

- اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجۡعَلُکَ فِیۡ نُحُوۡرِھِمۡ وَ نَعُوۡذُبِکَ مِنۡ شُرُوۡرِھِمۡ (روزانہ کم از کم ۱۱ مرتبہ پڑھیں)

(ترجمہ) اے اللہ ہم تجھے ان (دشمنوں) کے سینوں میں کرتے ہیں (یعنی تیرا رعب انکے سینوں میں بھر جائے) اور ہم ان کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

- اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ رَبِّیۡ مِنۡ کُلِّ ذَنۡبٍ وَّ اَتُوۡبُ اِلَیۡہِ۔ (روزانہ کم از کم ۳۳ مرتبہ پڑھیں)

(ترجمہ) میں بخشش مانگتا ہوں اللہ سے جو میرا رب ہے ہر گناہ سے اور میں جھکتا ہوں اسی کی طرف۔

- سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اٰلِ مُحَمَّدٍ (روزانہ کم از کم ۳۳ مرتبہ پڑھیں)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ اللہ پاک ہے اور بہت عظمت والا ہے۔ اے اللہ رحمتیں بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر۔

- اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیۡتَ عَلٰی اِبۡرَاھِیۡمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبۡرَاھِیۡمَ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکۡ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکۡتَ عَلٰی اِبۡرَاھِیۡمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبۡرَاھِیۡمَ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ (روزانہ کم از کم ۳۳ مرتبہ پڑھیں)

MONTHLY
ANSARULLAH
AUGUST 2005
Regd.#CPL-34/MDFD
Editor:
Sayed Mubashir Ahmad Ayaz
Ph: 04524-212982Fax: +214631(C.Nagar 35460) E mail:ansarulah60@yahoo.com

''پاکستان بننے میں بھی خدائی طاقت کا دخل تھا...

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:

خدا تعالیٰ عالم الغیب تھا وہ جانتا تھا کہ مسلمانوں کو بالجبر ہندو بنایا جائے گا اور سومنات مندر کی دوبارہ تعمیر ہوگی۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے پسند نہ کیا کہ اس کے بندے کعبہ کی بجائے سومنات کے آگے جھکیں۔ اس نے پاکستان قائم کروادیا اور پھر ایسے حالات میں پاکستان قائم کروادیا کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن جو اس تمام واقعہ کا ذمہ دار ہے اور ایک ایسا شخص ہے کہ جس کی گردن پر لاکھوں مسلمانوں کے قتل کا گناہ ہے۔ جب مشرقی پنجاب کے لوگ مارے گئے۔ ہندو تمام روپیہ لے کر ہندوستان چلے گئے۔ ملکی صنعت پر ہندوؤں نے قبضہ کر لیا تو اس نے کہا خدایا میں یہ تو جانتا تھا کہ پاکستان ٹوٹ جائے گا لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ اتنی جلدی ٹوٹ جائے گا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اس کو شرمندہ کیا۔ حکومت کا ان حالات میں بچ جانا جن سے پاکستان گزرا ہے پھر اس کا ترقی کرنا اور عزت حاصل کر لینا کوئی معمولی بات نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کتنا ہاتھ تھا۔ اگر پاکستان طاقت کے زور سے بنتا تو یہ ناممکن تھا۔ لاکھوں آدمی مارا جا رہا تھا، گولہ بارود ہندوستان میں رہ گیا تھا۔ فوجیں باہر تھیں، ان حالات میں وہ کون سی طاقت تھی جس کی وجہ سے پاکستان کا رعب پڑ گیا... پاکستان کا قائم رہنا اور بیرونی دنیا میں اس کا مشہور ہو جانا اس میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ خدا تعالیٰ جس کی نصرت پر آتا ہے کوئی طاقت اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔'' (روزنامہ الفضل 17/ نومبر 1951ء)